اعمال کا وزن

وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ قَالَ عَدَّهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ یَدِیْ اَوْفِیْ یَدِهٖ قَالَ التَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ یَمْلَأُهٗ وَالتَّکْبِیْرُ یَمْلَاءُ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ . رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن

’’بنی سلیم کے ایک آدمی سے مروی ہے، آنحضرت ﷺ نے یہ (مندرجہ) باتیں میرے ہاتھ پر یا اپنے ہاتھ پر شمار کیں۔ فرمایا: تسبیح سے آدھی میزان بھر جاتی ہے، اور الحمدللہ سے پوری میزان بھر جاتی ہے۔ اور تکبیر سے آسمان اور زمین کی درمیانی فضا معمور ہو جاتی ہے۔ روزے میں صبر کا نصف حصہ پایا جاتا ہے۔ اور وضو آدھا ایمان ہے۔‘‘ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

دین کے بنیادی اصول (۳۹)

اصول نمبر 39:...... وَلَا نَشْهَدُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ بِعَمَلٍ يَعْمَلُهٗ بِجَنَّةٍ وَلَا نَارٍ، نَرْجُوْ لِلصَّالِحِ، وَنَخَافُ عَلَيْهِ، وَنَخَافُ عَلَى الْمُسِيْءِ الْمُذْنِبِ، وَنَرْجُوْ لَهٗ رَحْمَةَ اللّٰهِ۔

''بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے والے کے کسی عمل کی وجہ سے ہم اسے جنتی یا جہنمی نہیں کہہ سکتے، ہم نیک شخص کے لیے امید رکھتے ہیں اور اس کے متعلق خوفزدہ بھی ہیں، اسی طرح گناہگار کے متعلق ڈرتے ہیں اور اس کے لیے رحمت الٰہی کے امیدوار بھی ہیں۔''

شرح: اہل السنۃ کا عقیدہ ہے کہ کسی شخص کو حتمی طور پر جنتی یا جہنمی نہیں کہتے، خواہ اس پر بعض احادیث منطبق ہوتی ہوں، جہاں وعید کی احادیث ہیں وہاں وعدہ کی احادیث بھی ہیں، اہل السنۃ کہتے ہیں: اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

مثلا: وعدے کے متعلق حدیث: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو، اللہ تعالیٰ کے چہرے کی تلاش میں (جنت میں دیدار باری تعالی کے لیے) اللہ تعالیٰ نے ہر ایسا شخص آگ پر حرام کر دیا ہے۔'' [صحیح مسلم : ٦٥٧]

ہم نے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا: یہ جنتی ہے اور یہ جہنمی۔ بلکہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کیوں کہ اخلاص کا معاملہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

وعید کے متعلق حدیث: آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''جنت میں وہ شخص نہ جائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر تکبر ہو۔''

[صحیح مسلم : ٩١، ١٤٨، ١٤٩]

آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''جھوٹ بولنے والا یا چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔''

[بخاری: ٦٠٥٦۔ صحیح مسلم: (١٠٥)، ١٦٨ تا ١٧٠

کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں: یہ جہنمی ہے؟ نہیں! ان کے دل کی بات پوشیدہ ہے، سو ہم کسی کے متعلق جنتی یا جہنمی ہونے کا حتمی طور پر فیصلہ نہیں کر سکتے، بلکہ ہم احادیث کی روشنی میں انہیں صرف نافرمان کہیں گے، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، چاہے انہیں سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ثواب اور بخشش دونوں کا وعدہ فرمایا ہے، پسند کرے تو مکمل ثواب دے کر رحمت کرتے ہوئے جنت میں داخل کر دے وگرنہ بعض کاموں پر سزا بھی دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ان کی کیفیت خوب جانتا ہے۔

یہ معنی ہے اہل السنۃ کی درج بالا رائے کا، البتہ جسے نبیؐ نے جنتی کہا ہو، مثلاً: عشرہ مبشرہ [ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف، ابوعبیدہ بن جراح، طلحہ بن عبیداللہ، سعید بن زید] آپؐ نے ان کے نام لے کر فرمایا: یہ جنتی ہیں۔

ان کے علاوہ بھی کچھ لوگوں کے نام ذکر کیے: حسن، حسین، ثابت بن قیس، عکاشہ بن محصن، عبداللہ بن سلام، عمار بن یاسر وغیرہ]

اسی طرح وہ لوگ بھی جنہیں جہنمی کہا، مثلاً: ابولہب ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ۔﴾ [سورہ لھب : ۳] ''عنقریب یہ بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوگا۔'' اور ان جیسے دوسرے لوگ [ابوجہل اور آپ کے چچا ابوطالب وغیرہ] بھی جن کے متعلق عذاب کی وعید منقول ہے۔

فہرست

ذمہ داری

اداریہ ═══ حافظ احمد شاکر

دل چاہتا ہے کہ اصحابِ بصیرت، اربابِ دانش، مخلصین وطن، دردمندانِ عوام، کارپردازانِ حکومت، خدّامِ ......قومی وصوبائی ممبران اسمبلی ......عوام اور سیاسی ومذہبی جماعتوں کے قائدین سے ایک سوال کیا جائے کہ عوام کے لیے بنیادی ضروریات ......امن، تحفظ، خوراک، لباس، دوائیاں ......زیادہ ضروری ہیں یا جمہوریت؟ جمہوریت بے شک بری چیز نہ ہوگی لیکن ہمارے ہاں تو جمہوریت وہ جمہوریت ہے جس کے سائے تلے سیاسی لیڈر پلتے ہیں۔ اسمبلی (قومی وصوبائی) ممبران کو لاکھوں کے حساب سے تنخواہیں ملتی ہیں۔ الاؤنسز اس کے علاوہ۔ اور حلقہ انتخاب کی ترقی کے نام پر یہ خدام حکومت سے کروڑوں روپے کی گرانٹیں اینٹھتے ہیں۔ اپنے عزیزوں، دوستوں اور چاہنے والوں کو ٹھیکوں کے ذریعے نوازتے ہیں۔ جائیدادیں ''گھر'' والوں کے نام کر کے خود بے اثاثہ ہو جاتے ہیں۔ مختلف حیلوں بہانوں سے ٹیکسوں سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ یہ ممبران اسمبلی استحقاق کے نام پر دندناتے، زور آوری دکھاتے اور ہر غلطی پر بچ نکلنا بھی خوب جانتے ہیں۔ وعلی ہذا القیاس

اربابِ اقتدار واختیار سے ہماری یہ گزارش ہے کہ وہ از راہِ کرم شریعت سے قطع نظر اخلاقی اعتبار سے جو خود کو عوام سے بالا وبرتر جاننے اور رکھنے نیز ......مالی، اخلاقی ......استثناء کا ان کے پاس کوئی جواز ہے؟ جس مغرب کی ثنا خوانی کر کے ان لیڈران کے گلے خشک اور ان کے حامی قلم کاروں کی قلمیں گھس جاتی ہیں یہ ادھر ہی سے کم از کم کوئی ایک ایسی مثال لا دیں کہ کسی مغربی ملک کے صدر، وزیر اعظم، وزیر اور ایوانِ زیریں ......پارلیمنٹ ......ایوانِ بالا ......سینٹ ......کے کسی رکن کو مملکت کی طرف سے کوئی ترجیح، استثناء حاصل ہو؟ بادشاہت میں سب سے معتوب امر یہی ہوتا ہے کہ بادشاہ ......خلیفہ نہیں ......خود کو مستثنیٰ جانتے ہوئے جو چاہے، جب چاہے، جیسے چاہے کر گزرتا ہے اور جمہوریت کی یہی ترجیح بیان کی جاتی ہے کہ اس میں عوام کو احترام اور ترجیح دی جاتی ہے کیا ہمارے ہاں جمہوریت واقعی ایسی ہی رائج ہے؟

برسر اقتدار اور منتظرِ اقتدار لیڈرو! حکومت کا انتظام دینے والو اور ان احکام واصولوں کو نافذ کرنے والو اور ڈرو اس آنے والے وقت سے جس کا علامہ اقبال کہہ گئے ہیں ؎ جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

ڈرو ان کی بددعاؤں سے جو بھوک سے بلبلا رہے رہیں، ان مریضوں سے جو دوائی کے لیے تڑپ رہے ہیں، ان غریبوں سے جو چیتھڑے لپیٹے تن ڈھانپ رہے ہیں، ان پڑھے لکھے بے کار نوجوانوں سے جو کٹی پھٹی جوتیوں سے روزگار کے لیے روڈ گشت کر رہے ہیں۔ یہ حاکم، افسر، لیڈر کیا اس سے بے خبر ہیں کہ اس ماہ محکمہ سوئی گیس کا عملہ ایک نئے ......باکمال ......آلے کے ساتھ سوئی گیس کی ریڈنگ ایسے کرنے آیا کہ صارفین کو دن کو تارے اور سینے میں سوئی گیس کے شعلے لپکنے شروع ہو گئے کہ گیزر کے بغیر رہنے والے خاندانوں کو بارہ بارہ ہزار روپے کا بل؟ دسمبر اور جون کے آخر میں جھلسا دینے والے بجلی کے آنے والے بل، سیاسی ونام نہاد دینی تقریبات کے نام پر استعمال ہونے والی بجلی کے غیر شرعی استعمال کے ثواب کا بوجھ عوام پر لادنے کا عمل؟ یہ کس کا قصور ہے؟ کیا افسرانِ بالا ایسی عوام کش پالیسیاں بنانے کے ذمہ دار نہیں؟ کیا ان نام نہاد مسرتوں کے مسرفانہ اظہار کی حرکتوں سے انتظامیہ لاعلم ہے؟ کیا بعض سرکاری ونیم سرکاری ادارے اور بارسوخ افراد بجلی، گیس اور ٹیلی فون بلوں کے اربوں روپے کے نادہندہ نہیں؟ یہ منطق خوب ہے کہ اربوں کا نادہندہ بھی آزاد اور اس کا میٹر بھی آزاد، اور غربت وافلاس کے باعث سینکڑوں کا نادہندہ بھی بند اور اس کی بجلی بھی بند! پچھلی حکومت میں شامل بعض افراد نے تو گندم کی ذخیرہ اندوزی سے اربوں کمائے تھے اس عوامی حکومت میں آٹے کی یہ مہنگائی؟ الامان والحفیظ۔ حادثہ بہاولپور کے بعد مہنگائی نے ایسی انگڑائی لینی شروع کی کہ اب تک وہ سنبھل ہی نہیں رہی۔ ہماری یادداشت کے مطابق سب سے پہلے چینی، جب کہ وہ -/۱۰ سے -/۱۲ روپے کلو تھی، کو ملک بھر کی شوگر ملوں سے خرید کر عمل ارتکاز یعنی سٹاک کرنے کی ابتداء کی گئی تھی۔ بھارتی حکومت سے دوستی کی پینگیں بڑھاتے ہوئے، لوہا، سیمنٹ، پیاز وغیرہ سے مال کمانے کا کامیاب تجربہ بھی کیا گیا۔ اس کے بعد مختلف اشیاء کے

ارتکاز، جسے ذخیرہ اندوزی کہا جاتا ہے، سیاست کاروں کا رجحان عوام کے علم میں آیا۔اس خلائی دور حکومت میں شامل سیاست دانوں نے گندم پہلے ایکسپورٹ کر کے کمایا پھر وہی گندم امپورٹ کی گئی جس کی بالائی بھی سیاست دان ہی کھا گئے اور پس گیا غریب۔ان اقتصادی حوادث کے بعد جب روپے کی قدر گھٹائی گئی تو مہنگائی کے عفریت کا جبڑا ایسا کھلا کہ اب بند ہونے کو آ ہی نہیں رہا۔

خیر بات چلی تھی ایک سوال سے جس کا جواب تو خیال ست ومحال است وجنوں والی بات ہے، تاہم اس ترشئ گفتار کی غرض صرف یہ تھی کہ عوام الناس کی خدمت کرنا، ان کو ہر ممکن امن دینا اور ان کی ہر بنیادی ضرورت پوری کرنا اگر چہ حکومت ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حکمرانوں، مذہبی جماعتوں کے ذمہ داران، سیاسی جماعتوں کے قائدین اور اہل ثروت حضرات کا عوام الناس کی فلاح و بہبود کا خیال رکھنا بھی اسی قدر ضروری ہے اور خصوصاً حکومت ممبران اسمبلی اور سترہویں گریڈ سے اوپر کے افسران کو تنخواہ بے شک معقول دے لیکن بلا قیمت کسی بھی سہولت کا ان کو استحقاق نہ دے۔ایسے ہی ارکان اسمبلی کو پابند کیا جائے کہ وہ انتخابی علاقے کے ترقیاتی اخراجات سے اہل علاقہ کی خوراک، دوائیاں، لباس مہیا کریں۔ہر وارڈ میں فری دواخانے......مقررہ تعداد میں......قائم کیے جائیں۔کفن، دفن کے اخراجات حکومت خود کرے۔اس سلسلہ میں اصحاب خیر بھی تعاون کے لیے حکومت کو مایوس نہیں کریں گے۔بے نظیر انکم سپورٹ، بیت المال کے راشن کارڈ اور اس جیسے رفاہی کاموں پر ایسے افراد مقرر کیے جائیں جو جرم کو تاڑنے اور......عادی......مجرم کو پاتال سے نکال لانے کا تجربہ رکھتے ہوں۔دور دراز ہی نہیں قریبی دیہات تو بلکہ شہروں کی مضافاتی آبادیاں اور اندرون شہر کے سفید پوش طبقہ میں غربت وافلاس اس قدر اور ان کی مالی حالت اتنی پتلی ہوتی ہے کہ دھلے کپڑے پہن کر ان علاقوں سے گزرتے ہوئے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

توانائی کا ضیاع............

وطن عزیز اس وقت بہت سے بحرانوں سے دوچار ہے جن میں اہم ترین بحران توانائی یعنی ایندھن کا ہے۔توانائی......بجلی وگیس......کے بحران سے عام آدمی سے لے کر اہم ترین ادارے تک متاثر ہوتے ہیں۔افراد تو متاثر ہوتے ہی ہیں اس بحران نے تو صنعت وحرفت اور زراعت کو خطرناک حد تک متاثر کر رکھا ہے جس سے لازمی طور پر اقتصاد ومعیشت بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ویسے تو عام انسان کی عقل بھی کام کرتی ہے اور حکومت بھی لاکھوں روپے خرچ کر کے اخبارات میں اشتہارات کے ذریعے قوم کو بچت کی ترغیب دیتی اور طریقے بتلاتی ہے۔اگلے دنوں اخبارات میں خبر آئی تھی کہ ۲۳ مارچ کی فوجی پریڈ''جو دشمن پر دھاک بٹھانے کے لیے کی جاتی ہے''نہیں کی جارہی۔حکومت سے ہماری درخواست ہے کہ اسراف وتبذیر سے قطع نظر اگر صرف بجلی کی بچت کی خاطر دیگر ملکی تقریبات میں صرف بجلی یعنی لائٹنگ کی ہی روک تھام یا کم از کم استعمال کی ہدایات ہی جاری کر دی جائیں تو اس سے قوم کی معیشت واقتصاد کے لیے بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔اسی طرح شادی بیاہ کے مواقع پر جو صرف تموّل (یعنی مالداری) کا اظہار ہوتا ہے اس پر قدغن لگا دی جائے تو اس کے نتائج بھی ان شاء اللہ بہت بہتر نکلیں گے۔اسی طرح ۱۲ ربیع الاوّل''جس میں نبی اکرم ﷺ کی وفات یقینی اور ولادت مختلف فیہ ہے''پر قمقموں کی جو غیر معمولی نمائش کی جاتی ہے کیا نبی ﷺ سے محبت کے اظہار کا طریقہ اسوۂ حسنہ اپنانے سے بہتر کوئی ہو سکتا ہے؟افسوس یہ ہے کہ بھولے بھالے عوام کو ایسے عمل کے باثواب ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے جس عمل کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ اربعہ، محدثین اور ائمہ متقدمین رحمہم اللہ سے ثابت ہی نہیں۔یہ عمل تو ساتویں صدی ہجری کے ایک بادشاہ شاہِ اربل نے خود کو محبِّ دین اسلام ثابت کرنے کے لیے شروع کیا تھا جس طرح ہمارے حکمران مسلم مسجد، جامعہ حفصہ اور لال مسجد جیسے ظلم کرنے کے بعد کسی معروف دینی عالمی شخصیت کو بلا کر ظلم کے داغ دھونے کی کوشش کرتے ہیں اس بادشاہ نے بھی اپنے''کارناموں''کو دھونے کے لیے اس رسم میلاد کا ایجاد کیا تھا۔ہمارے ہاں ایک عرصہ تک یہ دن ۱۲ وفات کے نام سے مشہور تھا۔اب چند سالوں سے اس کو عید میلاد النبی کا نام دے دیا گیا ہے۔خیر ان گزارشات کا مقصد میلاد کی شرعی حیثیت پر اظہار خیال نہیں کہ وہ الگ بحث ہے۔صرف توانائی کی بچت کے احساس سے یہ سطور نوکِ قلم پر آ گئیں۔

واضح رہے کہ متفقہ طور پر علمائے اسلام نے بدعت کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی بھی ایسے کام کو ثواب یا سنت سمجھ کر کیا جائے جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہ ہو، وہ بدعت ہے۔

درس قرآن

قسط نمبر 13

تفسیر سورۂ ق

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴾ [ق : ۱۶]

''اور بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور ہم جانتے ہیں جو وسوسے اس کے دل میں ہیں اور ہم اس کے زیادہ قریب ہیں اس کی رگ گردن سے۔''

اس آیت مبارکہ میں مزید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا بیان ہے، اور اس میں قیامت کے بارے میں ایک شبہ کا ازالہ بھی ہے۔ منکرین قیامت کو یہ اشتباہ بھی تھا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ہر ہر انسان کی زندگی کی جلوتوں اور خلوتوں کو معلوم کیا جاسکے اور ان کا ریکارڈ محفوظ کیا جاسکے اور پھر ایک دن اس کا حساب شروع کردیا جائے۔ یہ بالکل اسی نوعیت کا اشتباہ تھا جو وہ کہتے تھے کہ جب انسان کے تمام اجزا مٹی میں مل جائیں گے وہ اجزا کہاں کہاں بکھرے پڑے ہیں؟ ان کو از سر نو جمع کرنا اور زندہ کردینا کیوں کر ممکن ہے، جس کا جواب سورت کی ابتدا میں دیا گیا ہے۔ یہاں بتلایا گیا ہے کہ ہمارا علم اس قدر وسیع اور ہماری قدرت اس قدر بے پایاں ہے کہ انسان کا ظاہر وباہر تو کجا اس کا اندر اور باطن بھی ہمارے علم میں ہے، اس کے دل میں جو وساوس پیدا ہوتے ہیں، اس کا دل جو چٹکیاں لیتا اور جو خطرات اس میں اٹھتے ہیں ان سب کو ہم جانتے ہیں، جیسے ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴾

''اور بے شک تیرا ربّ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے اور جو وہ علانیہ کرتے ہیں۔'' [النمل : ۷۴]

وہ تو اس علم وقدرت کا مالک ہے کہ

﴿ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴾

''اللہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور ان رازوں کو جنھیں سینوں نے چھپا رکھا ہے۔'' [المؤمن : ۱۹]

آنکھیں جو چوری چھپے دیکھتی ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ کوئی دیکھ نہیں رہا، مگر اللہ تعالیٰ تو اسے دیکھتا ہے اور آنکھوں کی حرکت کو بھی جانتا ہے۔ آنکھ تو کجا، اللہ تعالیٰ تو دل کے راز بھی جانتا ہے۔ نیز فرمایا:

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ﴾ [الانعام : ۳]

''اور وہی اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں، تمہاری باطنی اور ظاہری باتوں کو جانتا ہے، اور جو کچھ عمل کرتے ہو وہ بھی جانتا ہے۔''

یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ کسی کی کوئی ظاہری و باطنی حرکت اس سے چھپی ہوئی نہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو بھی ہیں وہ حاکم ہوں یا بزرگ ہوں وہ نہیں جانتے کہ میرے ماننے والے اور معتقدین کے دل میں کیا ہے، وہ بس ظاہری اداؤں سے دیکھتے ہیں کہ میری فرماں برداری ہو رہی ہے یا نہیں، دلی کیفیات وتاثرات سے وہ بے خبر ہیں۔ کتنے ہیں جو بس مجبوری ومقہوری میں اطاعت گزار بنے ہوئے ہیں، اور زندہ باد کے نعرے لگا رہے ہیں۔ مگر ایک اللہ وحدہ لاشریک ہے جو اپنے بندوں کے دلی تاثرات سے بھی واقف ہے اور اس کا قرب سب قربتوں سے زیادہ ہے، چناں چہ فرمایا کہ میں تو انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

﴿الْوَرِيدِ﴾ کا اطلاق لغوی طور پر شاہ رگ پر بھی ہوتا ہے جو گردن

میں ہوتی ہے، اور اس رگ پر بھی جس کا تعلق دل اور جگر سے ہوتا ہے اور وہ خون اور روح کو بدنِ انسانی میں پہنچاتی ہے، مگر طبی اصطلاح میں جو رگیں جگر سے نکلتی اور خون کو جسم میں پہنچاتی ہیں وہ موٹی ہوتی ہیں انھیں ''ورید'' کہتے ہیں، اور جو رگیں دل سے نکلتی ہیں اور خون کی وہ لطیف بھاپ، جسے روح سے تعبیر کیا جاتا ہے، کو انسانی بدن میں پہنچاتی ہیں، انھیں شریانیں کہا جاتا ہے۔ ان وریدوں اور شریانوں کو کاٹ دیا جائے تو انسان کی زندگی کٹ جاتی ہے۔ گویا بتلایا یہ گیا ہے کہ جن موٹی یا باریک رگوں پر انسانی زندگی کا دار و مدار ہے ہم ان سے بھی زیادہ انسان کے قریب ہیں کوئی چیز بھی ہمارے احاطۂ علم سے خارج نہیں ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا ہے:

﴿ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ o وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنظُرُوْنَ o وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُبْصِرُوْنَ o ﴾

[الواقعة: ۸۳-۸۵]

''پس کیوں نہیں جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو، اور ہم اس کے تم سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ کے قرب سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں، بلکہ اللہ کا علم اور اللہ کی قدرت مراد ہے اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے، مگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''شرح حدیث نزول'' وغیرہ میں اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر میں فرمایا ہے کہ سورۃ ق اور الواقعہ میں قرب سے مراد اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔ یہی رائے ان سے قبل امام ابن جریر رحمہ اللہ کی ہے، لیکن حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے مدارج السالکین میں سورۃ ق کی آیت کے حوالے سے فرمایا ہے کہ أَوَّلُ الْـآيَةِ يَـأْبٰى ذٰلِكَ آیت کا پہلا حصہ اس تاویل کا انکار کرتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت مراد ہو یا اللہ تعالیٰ کے فرشتے مراد ہوں یہ قرب ہر خاص و عام، مومن و کافر کے لیے ہے۔ سورۃ المجادلہ میں ہے:

﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّـئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُـوهُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ o اَلَمْ تَرَى اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ o ﴾ [المجادله: ۶،۷]

''اس دن جب اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر وہ انھیں بتلا دے گا کہ وہ کیا کر کے آئے ہیں، اللہ نے سب کچھ محفوظ کر رکھا ہے اور یہ بھول گئے ہیں۔ اور اللہ ہر ایک چیز پر گواہ ہے۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ اللہ کو زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا علم ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چوتھا اللہ نہ ہو، یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان میں سے چھٹا اللہ نہ ہو، خفیہ بات کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ، جہاں بھی وہ ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے دن ان کو بتا دے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔''

''قرب'' کی طرح ان آیات میں ''معیت بھی'' اللہ ذوالجلال والاکرام کے علم اور قادرِ مطلق ہونے کے اعتبار سے ہے۔ سلف رحمہم اللہ ان آیات کا یہی مفہوم لیتے ہیں، یوں نہیں کہ سرگوشی کی محفل میں آدمیوں کے درمیان سبحانہ وتعالیٰ بھی ایک شخص اور ذات کے لحاظ سے موجود ہوتے ہیں۔ پہلی آیت میں تو اس کا واضح اشارہ بھی ہے کہ انسان اگر اپنی کرتوتیں بھول جاتا ہے تو اپنی اس کمزوری کی بنا پر محاسبہ کا انکار کوئی عقل مندی نہیں، انسان کو اگر یہ یاد نہیں تو پیدا کرنے والے کو تو یہ سب یاد ہے اور وہی سب سے حساب لے گا کوئی چیز اس کی قدرت سے خارج نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ''قرب'' اور ''معیت'' کے مفہوم کی تفصیل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی شرح حدیث نزول اور سید بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کی توحید خالص میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ ''قرب'' و ''معیت'' تو ہر انسان کے لیے، مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ایک ''قرب'' وہ ہے جو اس کے بندوں کے لیے علی حسب المراتب خاص

ہے۔اوراس ''قرب'' کےحصول کاحکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے: چناں چہ ارشاد ہے:

﴿ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴾ [العلق: ١٩]

''سجدہ کرواور ہمارے قریب ہوجاؤ۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ ."

''بندہ اپنے ربّ کے سب سے زیادہ قریب تب ہوتا ہے جب سجدہ کرتا ہے۔''[مسلم، رقم: ١٠٨٣ وغيره]

قیام اللیل بھی اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

[ترمذی، رقم: ٣٥٧٩]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَا تَقَرَّبَ إِلَىَّ عَبْدِىْ بِشَىْءٍ أَحَبُّ إِلَىَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهٗ عَلَيْهِ، وَلَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ إِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ ."

[بخاری، رقم: ٦٥٠٢]

''میرا بندہ جس چیز سے میرا تقرب ڈھونڈتا ہے ان میں سب سے زیادہ میرے نزدیک محبوب وہ عمل ہے جسے میں نے اس پر فرض قرار دیا ہے، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل پڑھ کر میرا تقرب حاصل کرتا ہے تا آنکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے ایک بالشت قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دو بالشت قریب ہوتے ہیں۔ یہاں ایک ذات کا دوسری ذات سے قربِ ذاتی اور مکانی مراد نہیں جیسا کہ بعض مبتدعین کا خیال ہے، بلکہ یہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندہ کے مابین ایک اتصال وتعلق مراد ہے اور یہ ربط وتعلق بندہ کی اطاعت وانابت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے قرب واتصال کا اظہار دعا کی قبولیت، اعانت ونصرت اور توفیق علی الطاعات سے ہوتا ہے، اور اسی قرب کی ضد اللہ سے بعد، دوری اور انفصال ہے اور مومن کے مقابلے میں یہ ''بُعد'' کافروں اور منافقوں کے حصہ میں آیا ہے۔ مومن کے لیے ''قرب'' حیاتِ جاودانی کا باعث ہے جب کہ کافر کے لیے ''بعد'' عذابِ الٰہی اور جہنم کا سبب ہے۔ أعاذنا الله منه

یہاں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت تو ''علو'' ہے، اور اللہ تعالیٰ مستوی عرش ہیں تو یہ ''قرب'' کیسا؟ اور کیا یہ صفت ''علو'' کے منافی نہیں؟ بالکل نہیں، ''قرب'' اگر ''علو'' کے تقابل میں بھی ہوتب بھی یہ اعتراض درست نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بے مثال ہیں اور اپنی صفت ''علو'' کے ساتھ ساتھ ''قریب'' بھی ہیں۔ کسی انسان میں تو یہ دونوں صفتیں باہم متناقض ہیں، مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی دوسری صفات کی طرح صفت قریب میں بھی بے مثال ہے۔ جس طرح صفت ''علو'' اور صفت استویٰ علی العرش سے متصف ہونے کے باوصف سمیع وبصیر ہیں اسی طرح وہ اپنی علوشان کے ساتھ ساتھ قریب بھی ہیں۔ مگر جب ''قرب'' سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت ہے تو پھر یہ اشکال ہی ختم ہوجاتا ہے۔

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه

اکرام ضیف اور میزبان کا خود اس کی خدمت بجالانا

۷٦۱. عن أبي هريرةَ، أنّ رجلًا أتىٰ النَّبيَّ ﷺ، فبعثَ إلى نسائِهِ، فَقُلْنَ: ما مَعَنا إِلّا الْماءُ، فقالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: ((مَنْ يَضُمُّ ـأو يُضِيْفُ ـ هٰذا؟)) فقالَ رجلٌ مِنَ الْأَنْصار: أنَا، فَانْطَلَقَ بِهِ إلى امْرَأَتِهِ، فقال: أكرِمي ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقالتْ: ما عِنْدَنَا إِلّا قُوْتٌ لِلصِّبْيَان، فقال: هَيّئي طَعَامَكِ، وأصْلِحي سِرَاجَكِ، ونَوِّمي صِبْيَانَكِ إذا أرادُوا عشاءً، فهيّأتْ طَعَامَها، وأصلحتْ سِراجَها، ونوّمت صبيانَها، ثم قامتْ كأنها تُصْلِحُ سِرَاجها فأطفأتْهُ وجَعَلا يُرِيانِهِ أنّهما يَأْكُلان وبَاتَا طاوِيَيْنِ، فلمَّا أصبحَ غدَا إلى رسولِ اللّٰه ﷺ، فقالَ ﷺ: ((لقدْ ضَحِكَ اللّٰهُ أو عَجِبَ. مِنْ فَعَالِكُمَا؟ وأَنْزَلَ: ﴿وَيُؤْثِرُونَ علىٰ أنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾)). [صحيح البخاري]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص (مہمان) آیا آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے پاس پیغام بھیجا مہمان کے لیے کچھ بھیجو سب گھروں سے جواب آیا پانی کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں آپ نے اپنے صحابہ سے کہا اس مہمان کو کون لے جائے گا یا کون اس کی ضیافت کرے گا ایک انصاری صحابی نے کہا میں اس کی ضیافت کروں گا وہ صحابی اس کو لے کر اپنی بیوی کے پاس آئے کہا اللہ کے رسول کے مہمان کا اکرام کرو بیوی نے کہا میرے پاس تو بچوں کے کھانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کہا کھانا تیار کرو اور چراغ کی لو ٹھیک کر دو اور بچوں کو جب وہ کھانا مانگیں انہیں سلا دینا۔ بیوی نے کھانا تیار کر کے لگا دیا اور چراغ کو رکھ دیا اور بچوں کو سلا دیا پھر اٹھیں اور ایسے کہ گویا چراغ کو درست کر رہی ہیں چراغ کو بجھا دیا وہ مہمان کو محسوس کرا رہے تھے کہ وہ دونوں میاں بیوی اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ پھر ان دونوں نے خالی پیٹ رات گزاری۔ صبح ہوئی وہ انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم دونوں کے اس عمل کی وجہ سے ہنس رہا تھا یا تمہارے اس عمل کو پسند فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی: (اصحاب محمد ﷺ) جو اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ فاقہ سے ہوتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا سو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

باب: جائزة الضيف

مہمان کی پر تکلف ضیافت کا بیان

۷٦۲. عَنْ أبي شريح العدويّ قال: سمعتُ أُذُنَايَ وأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ حينَ تكلّم النَّبيُّ ﷺ فقالَ: ((مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ واليَوْمِ الآخِرِ

فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، ومَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ واليَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ)) قالَ: وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قالَ: ((يَوْمٌ ولَيْلَةٌ، والضّيَافَةُ ثَلاثَةُ أيّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عليهِ، ومَنْ كانَ يُؤْمِنُ باللّٰهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أوْ لِيَصْمُتْ)). [صحیح البخاری]

''ابوشرح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا جس وقت آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا جو کوئی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے ہمسایہ کی عزت کرے اور جو کوئی ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور اس کو جائزہ دے۔ پوچھا گیا اللہ کے رسول جائزہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک رات اور ایک دن پرتکلف دعوت۔ اور ضیافت مہمانی تین دن کی ہوتی ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ صدقہ ہے مہمان پر۔ جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کرے یا چپ رہے۔''

باب: الضيافة ثلاث أيام

تین دن کی مہمانی کا بیان

۷۶۳. عن أبی هريرة قالَ: قالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ: ((الضِّيَافَةُ ثَلاثَةُ أيّامٍ فما كانَ بعدَ ذٰلكَ فهُوَ صَدَقَةٌ)). [صحیح]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مہمانی تین دن کی ہے جو اس کے بعد ہو وہ صدقہ ہے۔''

فائدہ: سیاق عبارت اس کا مقتضی ہے کہ تین دن کھلانا ضروری ہے پھر چاہے کھلائے یا نہ کھلائے۔ اگر اس کے بعد کھلائے گا تو صدقہ کا ثواب پائے گا اور نہ کھلائے گا تو کچھ ملامت نہیں۔ (نواب صدیق)

باب: لا يقيم عنده حتى يحرجه

مہمان اتنی دیر نہ ٹھہرے کہ میزبان تنگ دل ہو جائے

۷۶٤. عن أبی شُرَيح الْكَعْبِیّ، أنّ رسولَ اللّٰهِ ﷺ قالَ: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ باللّٰهِ واليَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْراً أو لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ باللّٰهِ واليَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وليلةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثلاثةُ أيّام، فمَا بعدَ ذٰلكَ فهُوَ صَدَقَةٌ، ولَا يَحِلُّ لَهُ أنّ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حتّى يُحْرِجَهُ)).

''ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ مہمان کی عزت اور ایک دن رات کی خاص مہمانی کرے۔ اور مہمانی تین دن کی ہے اور تین دن کے بعد صدقہ ہے اور مہمان کے لیے لائق نہیں کہ وہ اتنا قیام کرے کہ میزبان تنگ آجائے۔''

باب: إذا أصبح بفنائه

جب مہمان کسی کے گھر میں صبح کرے

۷۶۵. عن المقدام أبی كريمة الشّامی قال: قال النَّبِیُّ ﷺ: ((ليلةُ الضّيفِ حقٌّ واجبٌ على كُلِّ مُسْلِمٍ، فَمَنْ أَصْبَحَ بفِنَائه فهو دَيْنٌ عليهِ إنْ شاءَ، فإنْ شاءَ اقْتَضَاهُ، وإنْ شَاءَ تَرَكَهُ)).

[صحیح]

''ابوکریمہ شامی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر مسلمان پر رات کی مہمانی حق اور واجب ہے اور جو مہمان صبح کرے اس کے صحن میں اس وقت کی ضیافت قرض ہے اس پر چاہے مہمان اس کو وصول کرے اور چاہے چھوڑ دے۔''

احکام ومسائل

قسط نمبر ①

کیا حالت احرام میں عورت کے لیے چہرہ ننگا رکھنا ضروری ہے؟

مسئلۂ حجاب کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

حافظ صلاح الدین یوسف

احرام باندھتے وقت مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف دو چادریں استعمال کرے۔ ایک چادر قمیص کی جگہ اور دوسری چادر شلوار، پاجامے کی جگہ۔ یعنی سلے ہوئے کپڑے وہ احرام کی حالت میں نہیں پہن سکتا، اسی طرح مرد پر یہ پابندی بھی ہے کہ وہ سر نہیں ڈھانپ سکتا، اس کے لیے حالت احرام میں سر کو ننگا رکھنا بھی ضروری ہے۔

لیکن شریعت اسلامیہ میں عورت کے لیے حجاب (پردے) کی پابندی کی جو تاکید ہے، وہ محتاج وضاحت نہیں، بنا بریں اگر احرام کی حالت میں عورت کے لیے بھی وہی حکم ہوتا جو مردوں کو دیا گیا ہے کہ عورتیں سِلا ہوا لباس نہ پہنیں۔ تو ظاہر بات ہے کہ اس حکم سے عورت کے لیے حجاب کے تقاضے پورا کرنا ناممکن ہوتا۔ اس لیے شریعت نے عورت کو اس کا پابند نہیں بنایا بلکہ اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے اسی لباس میں احرام باندھ لے جو عورت کا عام لباس ہے اور احرام کی وجہ سے اسے لباس تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ علماء نے عورت کے لیے جرابیں پہننے کو بھی نہ صرف جائز بلکہ بہتر قرار دیا ہے۔

[فتاویٰ برائے خواتین، ص: ۱۵۰]

اس حکم کی علت یا مصلحت یہی ہے کہ عورت کے لیے پردے کی جو پابندی ہے، ایامِ حج وعمرہ میں بھی وہ اس کی پابند رہے اور پردے کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اکثر علماء یہ پابندی عائد کرتے ہیں کہ عورتیں حج اور عمرے میں چہرہ ننگا رکھیں، یا چہرے کو اس طرح ڈھانپیں کہ کپڑا چہرے کو مس نہ کرے، یہ دوسری صورت چوں کہ عملاً بڑی مشکل ہے اس لیے اکثر عورتیں عریاں چہرے کے ساتھ ہی حج کرتی ہیں۔ بعض علماء یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر چہرہ ڈھانپا یا کپڑا چہرے کو مس ہو گیا تو دَم پڑ جائے گا، یعنی ایک جانور بطور فدیہ مزید دینا پڑے گا۔

ان فتوؤں کا نتیجہ ہے کہ اکثر عورتیں بے پردہ حج کرتی ہیں حالاں کہ اسلام میں عورت کو پردے کا نہایت سختی کے ساتھ پابند بنایا گیا ہے لیکن حج میں اس کے برعکس عورت کو سختی کے ساتھ چہرہ ننگا رکھوا کر پردے کا حکم کالعدم کر دیا گیا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

بنا بریں ضروری ہے کہ عورت کے لیے حج اور عمرے کے موقعے پر چہرے کو ننگا رکھنے کا جو مسئلہ ہے، اس کا جائزہ لیا جائے کہ مسئلے کی نوعیت کیا ہے؟ اور کیا واقعی چہرے کا ننگا رکھنا ضروری ہے؟

دلائل کا محاکمہ وجائزہ:

اس کی سب سے بڑی دلیل وہ حدیث ہے جس میں محرم کو لباس کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا:

لا تلبسوا القميص ولا السراويلات ولا العمائم ولا البرانس إلا ان يكون احد ليست له نعلان فليلبس الخفين وليقطع اسفل من الكعبين، ولا تلبسوا شيئاً مَسَّهُ زعفران ولا الورسُ.

"تم (اے احرام باندھنے والو!) نہ قمیص پہنو، نہ شلوار، نہ پگڑی اور نہ ٹوپی۔ جس کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن

لے اوران کو ٹخنے سے نیچے سے کاٹ لے اور ایسی کوئی چیز بھی نہ پہنو جس کو زعفران یا ورس (بوٹی جو خوشبودار ہوتی ہے) لگی ہوئی ہو۔" [صحیح البخاری، جزاء الصید، باب ما یُنھٰی من الطیب للمحرم والمحرمة، حدیث: ۱۸۳۸]

اس میں جو آخری ہدایت ہے کہ زعفران، ورس (وغیرہ) خوشبو لگا ہوا کپڑا نہ پہنیں، یہ مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے، باقی ساری ہدایات محرم مردوں کے لیے ہے۔ یہ حدیث بیشتر مقامات پر صرف انہی الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔ لیکن بعض طرق میں اس حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ .

"اور احرام باندھنے والی عورت نہ نقاب استعمال کرے اور نہ دستانے پہنے۔"

صحیح بخاری کی مذکورہ روایت میں بھی یہ اضافہ موجود ہے۔ یعنی محرمہ عورت کے لباس کے سلسلے میں اس ہدایت کا اضافہ ہے۔ یہ اضافہ ہی زیر بحث مسئلے کی اصل بنیاد ہے۔

(ا) اسنادی حیثیت میں اختلاف:

اس کی بابت پہلی بات تو یہ ہے کہ ان الفاظ کا مرفوع یعنی حدیث رسول ہونا متفق علیہ نہیں ہے، بعض راویوں نے اسے مرفوع بیان کیا ہے اور بعض نے موقوف، یعنی اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد دونوں میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ

"موسیٰ بن عقبہ، اسمٰعیل بن ابراہیم بن عقبہ، جویریہ اور ابن اسحٰق نے تو اس روایت کو نقاب اور قُفّازَیْن سمیت (مرفوع) بیان کیا ہے اور عبیداللہ بن عمر نے وَلَا وَرْسٌ تک (مرفوع بیان کیا ہے) اور وہ کہتے تھے (یعنی ابن عمر) کہ محرمہ عورت نہ نقاب استعمال کرے اور نہ دستانے پہنے۔ امام مالک نے نافع کے واسطے سے ابن عمر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ احرام باندھنے والی عورت نقاب استعمال نہ کرے اور لیث بن ابی سُلَیم نے بھی اس کی متابعت کی ہے یعنی ایسا ہی بیان کیا ہے۔"

یعنی عبید اللہ بن عمر نے محرم کے لباس کے بارے میں جو حدیث رسول بیان کی، وہ انہوں نے وَلَا الْوَرْس تک بیان کی ہے، اور ابن عمر کی بابت کہتے ہیں کہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ مُحْرِمَہ عورت نہ نقاب استعمال کرے اور نہ دستانے پہنے، امام مالک نے بھی (موطأ میں) اسے موقوف ہی بیان کیا ہے اور لیث بن ابی سُلَیم نے بھی ایسے (موقوف) ہی بیان کیا ہے۔" [صحیح البخاری، حدیث: ۱۸۳۸]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عبیداللہ کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد عبیداللہ بن عمر العمری ہیں اور انہوں نے اسے ابن عمر کا قول بتلایا ہے۔ دوسرے حافظ ابن حجر نے دو وجھوں سے اس کے موقوف ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔

ایک تو اس لیے کہ امام مالک نے مذکورہ الفاظ کو موقوف بیان کیا ہے جس سے عبید اللہ کی بیان کردہ روایت کو تقویت ملتی ہے، مزید یہ کہ یہ الفاظ مدرج ہیں یعنی مرفوع نہیں ہیں بلکہ کسی راوی کا اپنی طرف سے اضافہ ہیں۔

دوسرے عبید اللہ بن عمر نافع سے روایت کرنے میں اپنے سے مخالف طریقے سے بیان کرنے والوں کے مقابلے میں زیادہ حافظ ہیں اور انہوں نے مرفوع اور موقوف کو الگ الگ کر کے بیان کیا ہے (جب کہ دوسروں نے دونوں کو مرفوع قرار دیا ہے) اور الگ الگ بیان کرنا ایک زیادت ہے (جس کا ثقہ راوی کی طرف سے قبول کرنا) اولیٰ ہے۔ [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری، باب مذکور: ٤/٧٠، طبع دارالسلام]

اور سنن ابی داؤد میں لا تنتقب المرأة کی سند کے بارے میں حسب ذیل وضاحت ہے:

"امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث حاتم بن اسمٰعیل اور یحییٰ بن ایوب نے موسیٰ بن عقبہ سے، انہوں نے نافع سے اسی طرح

روایت کی ہے، یعنی مرفوعاً۔ مگر اس کو موسیٰ بن طارق نے موسیٰ بن عقبہ سے حضرت ابن عمر پر موقوفاً روایت کیا ہے اور ایسے ہی عبیداللہ بن عمر، مالک اور ایوب نے بھی موقوفاً روایت کیا ہے، جب کہ ابراہیم بن سعید مدنی نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ احرام باندھنے والی عورت نہ نقاب استعمال کرے اور نہ دستانے پہنے۔''

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن سعید مدنی اہل مدینہ میں سے صرف ایک شیخ (عالم) ہیں، کوئی زیادہ صاحب حدیث نہیں ہیں۔[سنن ابی داؤد، المناسك، باب مایلبس المحرم، حدیث: ۱۸۲۵]

امام ابوداؤد کی مذکورہ عبارت سے بھی ان کے اس رجحان کا اندازہ ہوتا ہے کہ لا تنتقب المرأة ولا القفّازين کو مرفوع بیان کرنے والے ابراہیم بن سعید مدنی ضعیف ہیں، حدیث میں زیادہ درک نہیں رکھتے۔ اس کی تائید مزید اقوال سے جو آگے آ رہے ہیں، ہوتی ہے۔ گویا امام ابوداؤد کے نزدیک بھی مذکورہ الفاظ کا موقوف (قول ابن عمر) ہونا راجح ہے۔

علامہ شمس الحق ڈیانوی ؒ صاحب عون المعبود فرماتے ہیں، ہم ان کی عربی عبارت کا ذیل میں اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ (یہی عبارت عمدۃ القاری میں بھی ہے۔)

''قول لا تنتقب المرأة کے مرفوع اور موقوف ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، امام حاکم نے اپنے استاذ علی نیسابوری کی رائے نقل کی ہے کہ یہ موقوف ہے اور یہ ٹکڑا حدیث میں مدرج (راوی کا اضافہ) ہے۔ امام خطابی نے ''معالم السنن'' میں کہا ہے، محدثین نے اس کو معلول قرار دیا ہے کہ قُفّازَیْن (دستانوں) کا ذکر حضرت ابن عمر کا قول ہے، نبی ﷺ کا فرمان نہیں ہے اور امام شافعی کا قول بھی اس کی بابت نقل کیا ہے۔ امام بیہقی نے ''المعرفۃ'' میں کہا ہے کہ اسے لیث نے مدرجاً (حدیث میں اپنی طرف سے اضافے کے طور پر) روایت کیا ہے۔

شیخ تقی الدین نے اپنی کتاب ''الامام'' (حافظ ابن حجر نے اس کتاب کا نام ''الاقتراح'' لکھا ہے) میں کہا ہے کہ اس حدیث میں ادراج کے حکم میں دو وجہوں سے اشکال ہے۔ ایک اس لیے کہ نقاب اور قفازین کی ممانعت مستقل طور پر بھی ایک مرفوع حدیث میں آئی ہے جیسے کہ امام ابوداؤد نے ابراہیم بن سعد مدنی کی روایت بیان کی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث کے آغاز ہی میں قفازین کی ممانعت مرفوعاً آئی ہے یعنی دوسری ممنوعات سے پہلے۔

یہ دو وجہیں اس کو مدرج ماننے میں مانع ہیں اور یہ کہنا مشہور طریق کے مخالف بھی ہے اور امام ابوداؤد نے بھی اسے ابن اسحٰق کے طریق سے روایت کیا ہے جیسا کہ آئے گا۔ حافظ عراقی نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ پہلی وجہ (کہ یہ مستقلاً بھی مرفوعاً حدیث آئی ہے) اس بات کی دلیل ہے کہ یہ الفاظ مدرج نہیں ہیں، لیکن یہ حدیث ہی ضعیف ہے (جس کی بنیاد پر ادراج کا انکار کیا جا رہا ہے) اس لیے کہ ابراہیم بن سعید المدنی مجہول راوی ہے۔ امام ابن عدی نے صرف نقاب کے ذکر پر اقتصار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے مرفوع بیان کرنے پر ابراہیم بن سعید کی متابعت نہ کی جائے (اسے تسلیم نہ کیا جائے) اور مزید کہا کہ اس ٹکڑے کو ایک جماعت نے نافع سے ابن عمر کے قول کے طور پر بیان کیا ہے۔ امام ذہبی نے ''میزان'' میں کہا ہے کہ یہ ابراہیم بن سعید منکر الحدیث اور غیر معروف (مجہول) راوی ہے، پھر کہا کہ اس سے صرف ایک حدیث احرام کی بابت آئی ہے جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت اختیار فرمایا ہے، پس وہ مقارب الحال (اس کی حدیث دیگر ثقہ راویوں کے قریب تر) ہے۔ اور دوسری وجہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ابن اسحٰق راوی بلا شک حفظ و اتقان میں عبیداللہ بن عمر سے کم تر ہے اور عبیداللہ بن عمر نے اسے مرفوع سے الگ کر کے موقوف کے طور پر بیان کیا ہے (یعنی ابن اسحٰق کے مقابلے میں جو اسے مرفوع بیان کرتا ہے، عبیداللہ بن عمر کی رائے وزنی ہے جو اسے موقوف بیان کرتا ہے۔)

(عون المعبود،۲/۱۰۳،طبع قدیم وعمدۃ القاری:۱۰/ ۲۹۶۔۲۹۷،طبع ۲۰۰۳ء)صاحب عون کی مذکورہ عبارت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

امام حاکم کے استاذ علی نیسابوری، امام خطابی، امام شافعی، امام بیہقی اور دیگر کئی محدثین نے زیر بحث حدیث کے ٹکڑے (لا تنتقب المرأۃ) کو حضرت ابن عمر کا قول قرار دیا ہے اور یہ حدیث میں مدرج یعنی بعض راویوں نے اسے حدیث میں شامل کر دیا ہے جب کہ یہ فرمانِ رسول نہیں ہے۔

شیخ تقی الدین نے اسے مدرج ماننے میں اس بنا پر اشکال ظاہر فرمایا ہے کہ الگ مستقل حدیث میں بھی حکم موجود ہے لیکن دوسرے محدثین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ حدیث ابراہیم بن سعید مدنی سے مروی ہے جو ضعیف اور مجہول راوی ہے۔ اس بنا پر وہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔

جن راویوں نے اسے مرفوع بیان کیا ہے، ان کے مقابلے میں عبید اللہ بن عمر زیادہ حافظ اور ثقہ ہیں اور انہوں نے اسے مرفوع سے الگ کر کے موقوفاً بیان کیا ہے، ان کی یہ زیادتی (الگ الگ بیان کرنا) ہی راجح اور درست ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری (۴/۷۰) میں شیخ تقی الدین کے اشکال کو نقل کر کے اس کا ردّ کیا ہے اور اس ٹکڑے کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے۔

یہ ایک رائے ہے جس میں متعدد کبار محدثین شامل ہیں۔

ایک دوسری رائے، یہ الفاظ مرفوع ہیں:

اس کے برعکس ایک دوسری رائے یہ ہے کہ لا تنتقب المرأۃ مرفوع حدیث ہے، یعنی ان کے نزدیک اس کا مرفوع ہونا راجح ہے۔ ان میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری، شیخ البانی رحمہما اللہ اور شارح سنن نسائی علامہ اتیوبی حفظہ اللہ نمایاں ہیں۔[صحيح سنن ابو داؤد (مفصل) للالباني، المناسك: ٦/٨٩۔ ارواء الغليل: ٤/١٩٠۔ بذل المجهود شرح ابی داؤد، طبع جديد، ج: ٩، ص: ٥٢۔ شرح سنن النسائي، للاتيوبي: ٢٤/٧٠، طبع: ٢٠٠٧ء]

ان کے نزدیک یہ الفاظ ثقہ راوی کی زیادت ہیں جو مقبول ہیں یا ان الفاظ کو ابن عمر نے کبھی قول رسول (مرفوع) کے طور پر بیان کیا اور کبھی اپنی طرف سے یعنی موقوفاً۔ اور اس طرح کرنے میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ اس طرح کرنے سے وہ موقوف ہی ہو جائیں گے۔

بہر حال محدثین کے درمیان یہ اختلاف ہے اس لیے ان الفاظ کی بابت قطعیت کے ساتھ مرفوع یا موقوف ہونے کا فیصلہ نہایت مشکل ہے، تاہم اس کو مرفوع سمجھتے ہوئے ہی کیوں کہ اسی بنیاد پر ہی اکثر فقہاء مُحرِم عورت کے لیے نقاب کے استعمال کو ممنوع قرار دیتے آرہے ہیں، ہم اس مسئلے کو مسئلۂ حجاب کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وباللہ التوفيق وبه نستعين وهو الهادي الى سواء السبيل.

[جاری ہے]



احکام ومسائل

قسط نمبر ①

اسلام کا نظام حدود......معاشرتی امن کا ضامن

امان اللہ عاصم (جامعہ عمر بن الخطاب جھبراں، شیخو پورہ اعزازی خطیب بی بی کوٹ ننکانہ صاحب)

معاشرہ چونکہ مختلف افراد کے ملنے سے وجود میں آتا ہے لہٰذا معاشرے کے افراد کی ذہنیت، سوچ اور کردار ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ شر پسندی، بگاڑ اور معصیت کچھ لوگوں کی گویا فطرت ثانیہ ہوتی ہے۔ ایسے افراد معاشرے کے امن وسکون کو تباہ کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دیگر افراد معاشرہ کی عزت، مال اور جان کچھ بھی محفوظ نہیں رہتا۔ الغرض شر وفساد کے دلدادہ افراد معاشرے میں بدسکونی اور بد امنی برپا کیے رکھتے ہیں۔ معاشرے کو پرامن اور محفوظ بنانے کے لیے ایسے لوگوں کا سدباب ضروری امر ہے۔ چھوٹی چھوٹی اخلاقی بدعنوانیوں پر اگرچہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے لیکن انسان کے تخلیقاً کمزور اور عادتاً گنہگار ہونے کے پیش نظر نیکی کرنے کے بدلے میں ان بدعنوانیوں سے درگزر کر جاتا ہے۔ البتہ وہ جرائم جو معاشرے پر اپنے گھناؤنے اور بد اثرات اس طرح سے چھوڑیں کہ ان کی وجہ سے انسانی نسل متاثر ہو، ان کی روک تھام کے لیے ان کے مرتکب افراد کو ٹھوس طریقے سے متنبہ کرنے کا نظام بھی اسلام نے وضع کیا ہے۔ اس طرح کے جرائم عموماً دونوعیّتوں پر مشتمل ہیں:

①......ایسے گناہ جن کا ارتکاب کرنے والے کے لیے شریعت نے سزا مقرر کردی ہے۔

②......ایسے گناہ جن پر شریعت نے کوئی سزا مقرر تو نہیں کی لیکن ان گناہوں کے بد اثرات سے معاشرے کو پاک اور محفوظ رکھنے کے لیے حاکم رقاضی وقت کوئی سزا مقرر کردے۔

اول الذکر گناہوں پر ملنے والی شریعت کی طرف سے مقرر کردہ سزا کو ''حد'' یا ''حدود'' کہا جاتا ہے۔

حدود:

حد کی جمع ہے۔ حد کا لغوی مطلب دو چیزوں کے درمیان ایسی رکاوٹ رروک ہے جو ان کو آپس میں ملنے نہ دے۔ سید مرتضیٰ الزبیدی فرماتے ہیں:

الحد:الفصل الحاجز بين الشيئين لئلايختلط أحدهمابالأخر ، أولئلايتعدى أحدهما على الأخر۔ وجمعه:حدود۔ وفصل مابين كل شيئين حد بينهما۔

[تاج العروس : ٤ / ٤١٠ ، طبع دارالفكر بيروت]

''حد: دو چیزوں کے درمیان ایسا فرق اور پردہ ہے کہ وہ دونوں آپس میں مل نہ پائیں یا ایک دوسرے سے تجاوز نہ کریں۔ اس کی جمع ''حدود'' ہے۔ دو چیزوں کے درمیانی فرق کو حد ہی کہتے ہیں۔''

قرآن مجید کی رو سے:

لفظ ''حدود'' قرآن مجید میں بھی مستعمل ہے۔ وہاں بھی فاصل، فرق اور رکاوٹ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ [البقرة : ٨٧]

''یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔''

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [البقرة : ٢٢٩]

''یہ اللہ نے رکاوٹیں بنا رکھی ہیں ان کو پار مت کرو جو ان کو پار کرے گا وہی ظالم ہوگا۔''

﴿ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [النساء: ١٤]

''جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ کی حدود (روک) کو پار کرے گا اس کو وہ (اللہ) ہمیشہ کے لیے آگ میں داخل کر دے گا اور اس کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔''

حدیث کی رو سے:

حدیث مبارکہ میں لفظ ''حد'' جرائم کی روک تھام اور انصاف کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ایک مقام پر دیگر معنی میں بھی مستعمل ہے۔

"حـد يعمل في الأرض خير لأهل الأرض من أن يمطروا ثلثين صباحا ."

[سنن النسائی : ٤٩٠٤]

''مجرموں کو سزا دے کر انصاف کرنے کا عمل (خیر و برکت کے لحاظ سے) بارش کے تیس دن تک برسنے سے بہتر ہے۔''

مجموعی طور پر لغت، قرآن اور حدیث کی رو سے ''حد'' کا مطلب کسی معصیت کے ارتکاب پر ملنے والی سزا ہے۔

فقہاء کے نزدیک:

فقہاء کے نزدیک حد کے معنی ہیں:

"عقبوبة مقتدرة تجب حقا لله تعالیٰ"

بعض فقہاء کے نزدیک حد کی تعریف یہ ہے:

"عقوبة مقدرة شرعا"

یعنی شریعت کی رو سے جملہ مقررہ سزائیں حد ہیں۔

کیا قصاص حد ہے؟

بعض فقہاء قصاص کو بھی حد قرار دیتے ہیں، جبکہ قصاص حد نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور قصاص کی ایک تخفیفی صورت ''دیت'' ہے۔ حدود میں کسی طرح کی شرط، فدیہ وغیرہ درست نہیں ہے۔

حد اور تعزیر میں فرق:

حد اور تعزیر میں بنیادی فرق یہ ہے کہ حد میں سزا مقرر شدہ ہے اور قاضی یا حاکم کی رائے کا اس میں دخل نہیں اور تعزیر وہ سزا ہے جس کی تعیین قاضی یا حاکم حسب حالات خود کرتا ہے۔

اسلام نے معصیة اور عقوبت (جرم وسزا) کے مسئلے پر کسی منتقمانہ نظریے پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کے نزدیک سزا نفس انسانی کے تزکیہ وتصفیہ اور معاشرے کی تطہیر کا ایک ذریعہ ہے۔اسی لیے ایسے سنگین جرائم جن کا تعلق شرف انسانی کی تذلیل، خاندانی نجابت کی تخریب اور معاشرتی واجتماعی امور میں بدنظمی اور خلل اندازی سے ہے، ان کے سوا دوسری معصیتوں اور چھوٹی موٹی کوتاہیوں میں توبہ اور پشیمانی کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔تاکہ داخلی انقلاب کی وجہ سے نفوس رضا کارانہ طور پر جرائم سے بچ سکیں۔

یادرہے کہ اسلامی اصطلاح میں ہر جرم معصیت ہے اور اس میں اللہ کی طرف سے بھی مواخذہ ہوگا۔ جرم اور معصیت کے تصور میں یہ فرق ہے کہ جرم وقتی اور ایں جہانی تصور پر مبنی ہے اور معصیت میں دونوں شامل ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے فرامین سے یہ پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ سزاؤں کے بارے میں ممکن حد تک شفقت اور تخفیف کی طرف میلان رکھتے تھے۔ چنانچہ زنا اور قذف وغیرہ کے بارے میں بڑی احتیاطیں ملحوظ رکھی ہیں۔تاکہ کسی شخص کو ناکردہ گناہ کی سزا نہ مل جائے۔اسی طرح غلام اور نابالغ کے بارے میں بھی احتیاطی رویہ اختیار کیا ہے۔

جرائم حد

وہ جرائم جن کے ارتکاب پر حد لاگو ہوتی ہے درج ذیل ہیں:

شراب نوشی:

ظہور اسلام سے قبل بالخصوص عرب میں شراب نوشی کا یہ عالم تھا کہ مرد، عورت، بچے، غلام سب کے سب اس میں بلا امتیاز اور بلا روک ٹوک مبتلا تھے۔بعض تو ایسے منچلے تھے کہ مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کرتے کہ میری قبر پر روزانہ کم از کم ایک مٹکا شراب ضرور انڈیلنا۔ اور یہ بھی

بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شرابی شاعر نے کہا تھا کہ میری قبر پر انگور کی بیل لگانا تا کہ مجھے شراب کی مہک اور لذت کا احساس رہے۔اسلام نے اس بداخلاقی سے بتدریج منع کر دیا اور تا قیامت اسے حرام قرار دے دیا۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"لایشرب الخمر حین یشربھا وھو مومن۔

[صحیح مسلم، حدیث: ٥٧]

''شراب پینے والا شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا۔''

یعنی کیسے ممکن ہے کہ شراب بھی پئے اور مومن بھی رہے۔مزید فرمایا:

"کل مسکر خمر وکل مسکر حرام۔

[صحیح مسلم: ٢٠٠٣]

''ہر نشہ آور چیز شراب ہی کا حکم رکھتی ہے لہٰذا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

شراب نوشی ایسا قبیح جرم ہے جس پر حد مقرر ہے اور بعض اوقات مقرر شدہ حد سے زیادہ سزا دینے کا بھی تصور ملتا ہے۔اس کی مقررہ سزا اور بار بار ارتکاب کرنے پر سزا میں تشدید وغیرہ کے ہر پہلو کو حد ہی کہا جائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:

" ان النبی ﷺ اتی برجل قد شرب الخمر فجلده بجریدتین نحوا اربعین ، قال وفعله ابوبکر فلما کان عمر استشار الناس ، فقال عبدالرحمن: اخف الحدود ثمانین ، فامر به عمر ." [صحیح مسلم: ١٧٠٦]

نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔آپ ﷺ نے اسے دو چھڑیوں کے ساتھ چالیس ضربیں لگائیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس طرح کیا کرتے تھے اور جناب عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو (چونکہ لوگ اس جرم میں بے باک ہونے لگے تھے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حد میں ضربوں (کوڑوں) کی کم سے کم تعداد اسی (۸۰) ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شرابی کو اسی کوڑے کی سزا دینے کا حکم نافذ کر دیا۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ شرابی کی سزا میں اضافہ بھی ممکن ہے۔مزید آں کہ سزا دینے کے طریقہ میں بھی فرق ہوسکتا ہے لیکن اس گناہ کی سزا ضرور دی جائے گی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن الازہر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ایک شرابی کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو مارو، لوگوں نے جوتوں، ڈنڈوں اور چھڑیوں سے اس کی پٹائی کی، پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے (اسے ندامت کا شدید احساس دلانے کے لیے) مٹی اس کے منہ پر پھینکی۔[سنن ابی داؤد، حدیث: ٤٤٨٧]

ایک روایت میں اسے پٹائی کے دوران الفاظ کے ساتھ بھی ملامت کا ذکر ہے۔ایک شرابی کو سزا دینے کے دوران نبی اکرم ﷺ نے اسے زبان کے ساتھ بھی ملامت کرنے کو کہا تو لوگوں نے اسے کہا: تجھے اللہ کا خوف نہ آیا؟ تو نے اللہ کے رسول کا بھی حیا نہ کیا۔کسی نے کہہ دیا ''اللہ تجھے رسوا کرے'' تو ایسا کہنے سے حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔اور فرمایا: اب اس کے لیے معافی کی بھی دعا کرو۔[سنن ابی داؤد، ٤٤٧٨]

جو شراب نوشی کا ارتکاب بار بار کرے، سزا ملنے پر بھی باز نہ آئے اس کے لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اذا شرب فاجلدوه ، ثم اذا شرب فاجلدوه ، ثم اذا شرب الثالثة فاجلدوه ثم اذا شرب الرابعة فاضربوا اعنقه۔[سنن ابن ماجه: ٦٥٨٦]

''جب کوئی شراب پیئے تو اسے کوڑے لگاؤ، پھر شراب پیئے تو پھر کوڑے لگاؤ اگر تیسری بار بھی پیئے تو اسے کوڑے لگاؤ، اگر (پھر بھی باز نہ آئے) چوتھی بار بھی پیئے تو اس کی گردن تن سے جدا کر دو۔''

بعض روایات میں ''اسے قتل کر دو'' کے الفاظ بھی ہیں۔

[سنن ابی داؤد، ٤٤٨٢۔ سنن ابن ماجه: ٢٥٨٣]

واضح رہے کہ شرابی کو قتل کرنے کے حکم سے صرف اس گناہ کی سزا میں شدتِ خوف مقصود ہے۔ جبکہ شرابی کو درّے وغیرہ سے سزا تو سخت سے سخت دی گئی ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے اسے قتل نہیں کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: اگر چہ آپ ﷺ نے شرابی کو قتل کر دینے تک سزا ذکر کی ہے لیکن خود ایسا نہیں کیا۔ ایک آدمی جو بار بار اس گناہ کا مرتکب ہوا تھا اسے آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اسے کوڑے مارے قتل نہیں کیا۔[المستدرك للحاكم: ٤/ ٣٧٣]

شرابی کے لیے اسلام میں سخت سے سخت سزا کا تصور ہے تاکہ یہ جرم ختم ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (شرابی پہ مجھے اتنا غصہ آتا ہے) اگر سزا کے دوران وہ مر بھی جائے تو میں اس کی دیت ادا کردوں گا لیکن دل میں ملال نہیں محسوس کروں گا۔[صحیح مسلم: ١٧٠٧]

ملکی قانون:

پاکستان میں نافذ قانون امتناع منشیات (مجریہ ۱۹۷۹ء) کی دفعہ ۸ شراب نوشی مستوجب حد کے متعلق ہے۔ اس میں بھی شرابی کے لیے اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

زنا و دیگر جنسی جرائم:

زنا ایسا گھناؤنا جرم ہے جس کی وجہ سے نسل انسانی بری طرح متاثر ہوتی ہے، معاشرے میں بگاڑ اور بے برکتی ہوتی ہے۔ قبل از اسلام مختلف طریقوں سے اس جرم کا ارتکاب کیا جاتا تھا اور اسے برائی تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ بعض واقعات سے پتا چلتا ہے کہ خود خاوند اپنی بیوی کو کسی بہادر آدمی کے پاس چھوڑ آتا اور اس کی بیوی اس بہادر آدمی کا بستر گرماتی تاکہ بچہ بہادر پیدا ہو۔ بدچلن عورتوں نے گھروں کے دروازوں پر علم/نشان لگائے ہوتے کہ یہاں کسی بھی مرد کو اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کی اجازت ہے۔ اس قبیح جرم کی روک تھام کے لیے اسلام نے بہترین لائحہ عمل اپنایا۔ اوّلاً عورتوں کو باپردہ رہنے اور مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا۔ اور پھر واضح طور پر زنا کو حرام اور مستوجب سزا قرار دیا۔

زانی کی حد سے متعلق چند امور قابل توجہ ہیں:

زانی اگر غیر شادی شدہ اور آزاد ہے تو اس کی سزا ایک سو کوڑے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی/شہر بدری ہے۔ اور اگر زانی شادی شدہ ہو تو اسے سنگسار (رجم) کیا جائے گا قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ [النور: ٢]

”زانی مرد اور زانیہ عورت کو سو، سو کوڑے مارو۔“

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (غیر شادی شدہ) زانی کی سزا میں کوڑوں کے ساتھ جلاوطنی کا اضافہ کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”خذوا عنى خذوا عنى قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب الجلد والرجم-“ [صحيح مسلم: كتاب الحدود، باب حد الزنى، حديث: ١٦٩٠]

”مجھ سے یہ فیصلہ قبول کرلو، اللہ نے عورتوں کے (جرم زنا کے) بارے میں ایک اور فیصلہ دیا ہے: اگر غیر شادی شدہ مرد غیر شادی شدہ عورت کے ساتھ یہ عمل کرے تو انہیں سو، سو کوڑے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی کی سزا دی جائے گی۔ اگر شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کا معاملہ ہو تو کوڑے اور رجم (سنگساری) ان کی سزا ہے۔“

قابل غور:

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں شادی شدہ یا غیر شادی شدہ کا فرق واضح نہیں کیا گیا لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کی عملی اور قولی وضاحت میں اس سزا کو غیر شادی شدہ کے لیے ہی خاص کیا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا صحیح مسلم کی روایت سے واضح ہے اور نبی اکرم ﷺ نے عملاً بھی کسی غیر شادی شدہ (آزاد زانی) کو صرف کوڑوں کی سزا نہیں دی۔ زانی مرد اور عورت (دونوں) شادی شدہ ہوں تب تو واضح ہے کہ ان کو رجم ہی کیا جائے گا۔ جیسا کہ پچھلی سطور میں صحیح مسلم کی روایت سے

واضح ہوتا ہے اور اگر ایک شادی شدہ اور دوسرا غیر شادی شدہ ہو تو شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میرا بیٹا ایک گھر میں ملازم ہے اور اس نے اس گھر کی عورت (مالک کی بیوی) سے زنا کیا ہے مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا۔ تو میں نے ایک سو بکری اور ایک لونڈی بطور فدیہ ادا کر دی۔ تب میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تیرے بیٹے کو سو کوڑے اور شہر بدری کی سزا ملے گی اور اس عورت کو رجم کیا جائے گا۔ اب آپ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ کروں گا کہ تمہارا دیا ہوا فدیہ (بکریاں اور لونڈی) واپس ہو جائے گا اور تیرے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے۔ اور اس عورت کو رجم کیا جائے گا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کی طرف صحابی کو بھیجا اور فرمایا: اگر وہ اعتراف گناہ کر لے تو اسے رجم کر دو۔ تو اس نے جرم کا اعتراف کر لیا تب اسے رجم کر دیا گیا۔

[صحيح البخاري: ٢٧٢٤، ٢٧٢٥۔ صحيح مسلم: ١٦٩٧]

ایک وضاحت:

حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حدود میں کسی طرح کی شرط، فدیہ وغیرہ درست نہیں ہے۔ جب اس جرم کی سزا مقررہ (حد) ہے تو اس کو کسی فدیہ سے ختم یا رفع دفع نہیں کیا جا سکتا۔

حکم قرآنی:

سورۃ النور کی آیت نمبر ۲ میں صرف کوڑوں کی سزا کا ذکر ہے۔ جو کہ بالاتفاق غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے ہے اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک خطبہ بیان کیا ہے جس میں ذکر ہے کہ رجم (یعنی شادی شدہ زانی کو سنگسار) کرنے کا حکم بھی قرآن میں نازل ہوا، ہم نے پڑھا، دیکھا اور سمجھا۔ حضور اکرم ﷺ نے رجم کی سزا دی، ہم نے بھی رجم کی سزا دی۔ تو شادی شدہ زانی کو جبکہ وہ اعتراف کر لے اور گواہی پوری مل جائے، رجم کرنا قرآنی حکم کے عین مطابق ہے۔

[صحيح مسلم: ١٦٩١]

رجم کے حکم والی آیت اس طرح تھی:

"اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ."

یہ آیت منسوخ ہو گئی لیکن اس کا حکم باقی ہے اور ابن حبان کے بقول یہ سورۃ البقرۃ یا سورۃ الاحزاب کا حصہ تھی۔ [صحيح ابن حبان: ١٠/٢٧٣، حديث: ٤٤٢٨]

سابقہ شریعتوں میں زانی کی سزا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی زانی کی سزا رجم ہی تھی۔ ایک مرتبہ ایک یہودی مرد اور یہودیہ عورت نے زنا کیا، یہ فیصلہ نبی اکرم ﷺ کی عدالت عالیہ میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمہاری شریعت اس جرم کی کیا سزا عائد کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہم زنا کرنے والے کا منہ کالا کر کے اس کو گھماتے (گلیوں بازاروں کا چکر لگواتے) ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر واقعی ایسا ہے تو تورات لے کر آؤ۔ تورات لائی گئی تو اس میں سے پڑھ کر سنانے والے نے کچھ عبارت پر ہاتھ رکھ دیا اور اس سے پہلے والی اور بعد والی عبارت پڑھ دی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے (جو کہ تورات کے عالم تھے) انہوں نے اسے ہاتھ ہٹانے کو کہا، جب اس نے ہاتھ اس عبارت سے اٹھایا تو وہ رجم کرنے کے حکم والی آیت تھی۔ جس میں زانی کے لیے رجم کی سزا کا ذکر تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی آیت کے مطابق زنا کرنے والے یہودی جوڑے کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ [صحيح مسلم: ١٦٩٩]

آغاز اسلام میں:

آغاز اسلام میں زنا کی سزا رجم نہیں بلکہ قید، حبس اور ایذا تھی حتی کہ ان کو موت آ جاتی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى

يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۔ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء: ١٥، ١٦]

''تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہو؛ ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی طلب کرو اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو۔ یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے یا کسی موقع پر اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔ اگر تم میں سے مرد اور عورت اس جرم کا ارتکاب کریں تو ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ واصلاح کرلیں تو ان کو چھوڑ دو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اسی حکم کو سورۃ النور کی آیت کے ساتھ منسوخ کردیا گیا اور سزا میں کچھ تبدیلیاں کردی گئیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

زانی غلام کے لیے سزا:

زنا کرنے والے غلام یا لونڈی کے لیے آدھی سزا ہے۔ یعنی آزاد کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور غلام کو پچاس۔ قرآن مجید میں اس طرح ذکر ہے:

﴿ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ﴾ [النساء: ٢٥]

'' اگر (لونڈیاں) قید نکاح میں آجانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو سزا محصنات (آزاد عورتوں) کے لیے مقرر ہے اس کی نصف سزا ان پر عائد ہوگی۔''

اس آیت میں اگرچہ صرف لونڈیوں کی سزا کی طرف اشارہ ہے لیکن غلام بھی اسی میں شامل ہیں۔ اگر ان کا نکاح بھی ہوجائے تب بھی یہ ان لوگوں کی غلامی سے آزاد نہیں ہوتے جن کی یہ ملکیت ہیں۔ اسی لیے ان پر نصف سزا مقرر کی گئی ہے اور ان کی سزا کوڑے مارنا ہے۔

اگر لونڈی بار بار اس جرم کا ارتکاب کرے تو نبی اکرم ﷺ نے اسے فروخت کردینے کا حکم دیا ہے، رجم کا نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

" اذا زنت أمة أحدكم فتبين زناها فليجلدها الحد، ولا يثرب عليها، ثم ان زنت فليجلدها الحد، ولايثرب عليها، ثم ان زنت الثالثة فتبين زناها فليبعها ولو بحبل من الشعر۔ [صحيح مسلم: ١٧٠٣]

''کسی کی لونڈی زنا کرے اور اس کا یہ جرم ثابت/واضح ہوجائے تو اس کو حد کے کوڑے لگائے صرف عار ہی نہ دلائے۔ اگر پھر وہ زنا کرے تو پھر اس پر حد (کوڑے مارنے کی صورت میں) نافذ کرے صرف مار (ڈانٹ ڈپٹ) پر اکتفا نہ کرے۔ اگر وہ پھر بھی زنا کرے تو اسے بیچ دے چاہے بالوں کی بنی ہوئی رسی کے بدلے ہی بیچے۔''

ایسا تب ہے جب زانی لونڈی/غلام ہو۔ چاہے شادی شدہ ہو لیکن جس وقت وہ آزاد ہوجائے تو اس پر حد بھی آزاد مجرم والی نافذ ہوگی۔ زانی کو سنگسار کرتے وقت بہت سے لوگوں کا اس سنگساری کے عمل کو دیکھنا سب کے لیے باعث عبرت ونصیحت ہوگا۔ اس لیے ایسے موقع پر عوام کو اطلاع کر کے سر عام سزا دینی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [النور: ٢]

حد لگانے کے بعد مجرم کی نماز جنازہ:

جب مجرم کو رجم/سنگسار کیا جائے تو اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی اور اسے مسلمانوں ہی کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ کیونکہ اس کے جرم کی سزا اس کو مل گئی اور اللہ پاک نے اسے اس جرم سے پاک کردیا۔ نبی اکرم ﷺ بھی ایسے مجرم کی نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔

ملکی قانون:

پاکستان میں نافذ قانون زنا (مجریہ ١٩٧٩ء) کی دفعہ ٥ (الف) میں لکھا ہے۔ اگر وہ مرد یا عورت (جس نے زنا کیا) محصن ہے تو اسے کھلی جگہ پر سنگسار کیا جائے گا۔ [جاری ہے]



موعظت وعبرت

تم کو مدفن کا سماں یادرہے

محمد رمضان یوسف سلفی

موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ اسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔لفظ موت سنتے ہی قبر کی کال کوٹھری کا تصور اچھے بھلے مضبوط اعصاب کے انسان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔کیوں کہ جس انسان کے دل میں بھی رتی برابر ایمان ہے اسے معلوم ہے کہ موت کے بعد اپنی دنیاوی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہے۔نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

کفٰی بالموت واعظا .

''موت بہترین نصیحت ہے۔''ایک مقام پر فرمایا:

''لذتوں کوتوڑنے والی یعنی موت کو یاد کرو۔''[ابن ماجہ]

یہ حقیقت ہے کہ جب انسان موت کو یاد رکھتا ہے تو پھر وہ حقوق ومعاملات،امانت ودیانت اور عبادت میں صحیح راہ اختیار کرتا ہے اور کبھی بھی سچائی اور حق کے راستے سے نہیں ہٹتا۔

موت انسان کو آخرت کی فکر کا راستہ دکھاتی ہے۔ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو قبر اور گلنے سڑنے کو نہ بھولے اور دنیا کی فضول زینت چھوڑ دے اور باقی رہنے والی چیز (آخرت) کو فنا ہونے والی چیز (دنیا) پر ترجیح دے اور آئندہ کل کو اپنے دنیا کے دنوں میں شمار نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو مردوں میں گن لے۔[ترغیب]

ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا سب سے زیادہ عقل مند اور ہوشیار کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو موت کو زیادہ یاد کریں اور مرنے کے لیے تیاری کریں یہی لوگ بہت دانا اور بینا ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔[ترغیب]

ان احادیث کو پیش نگاہ رکھ کر جب ہم اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو نہایت افسوس ہوتا ہے کہ انسان نے دنیا کی چندروزہ زیب وزینت کو ہی متاع جہاں سمجھ کر فکر آخرت کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔سچ ہے کہ

موت کو بھول گیا دیکھ کے زندگی کی بہار
دل نے پیش نظر انجام کو رہنے نہ دیا

یہ موت سے غفلت ہی تو ہے کہ ظالم غریبوں پر ظلم کرتے ان کی زندگیوں سے کھیلتے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں۔موت سے تغافل نے ان لوگوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے جو غریبوں،مسکینوں، یتیموں،مزدوروں اور بیواؤں کا مال کھانے میں ذرا خوف خدا نہیں کرتے۔اور وہ لوگ بھی موت کی یاد اور اپنے انجام کو فراموش کر بیٹھے ہیں جو منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر لوگوں کو دین کی صحیح بات نہیں بتاتے۔وہ مفتی صاحبان بھی قبر کے اندھیرے کو نظر انداز کر بیٹھے جو قرآن وسنت کی بجائے فقہ وقیاس کے مطابق فتویٰ نویسی کرتے ہیں۔وہ علماء بھی اپنے انجام سے آنکھیں چرا بیٹھے جن کے پیش نظر بدعات وخرافات کا فروغ ہی شاید دین کی خدمت ہے۔

یہ اس انجام سے تغافل ہی تو ہے کہ ہم خود قرآن وسنت کے احکامات پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔فرائض کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں یا پھر ادا ہی نہیں کرتے۔حقوق ومعاملات کا خیال نہیں رکھتے،اپنی من مانیاں کرتے ہیں اور حیلے بہانے سے اسلام کی سچی تعلیمات سے روگردانی کرتے ہیں ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ ریکارڈ ہو رہا ہے اور ایک دن اس اللہ علیم وخبیر کے سامنے ہمارے جسم کے تمام اعضاء گواہی دیں گے کہ اس نے یہ فعل کیا تھا۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم آخرت کی فکر کریں اور نیک کاموں سے اپنی عاقبت سنواریں۔کیوں کہ یہ دنیاوی رشتے داریاں اور تعلق دربار الٰہی میں ہرگز کام نہ آئیں گے۔

نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنی پھوپھی صاحبہ اور

لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اے میری پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا قیامت کے لیے نیکیاں جمع کرلو میں تمہیں اللہ کے ہاں نہیں بچا سکتا۔ [طبقات ابن سعد]

جب صورتِ حال اس قدر نازک ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی پیاری پھوپھی اور بیٹی کو متنبہ کررہے ہیں تو ایسے میں ہماری حیثیت کیا ہے۔ ہمارے تو دن رات اللہ کی نافرمانی میں گزرتے ہیں اور ہر آن ہم سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔

ہمیں تو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرکے آخرت کا سامان تیار کریں لیکن ہم دنیا کی الفت اور دلفریبی میں بہت آگے جاچکے ہیں جس کے سبب آخرت کی فکر اور انجام ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ ہم دنیاوی عیش وعشرت میں اس قدر محو ہوئے ہیں کہ حلال وحرام کی تمیز بھی ختم کر بیٹھے ہیں۔ ہمارے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ آج حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر جس بیوی کی فرمائشیں پوری کی جارہی ہیں وہ قیامت کو کچھ کام نہ آئے گی، اولاد کے لیے سیاہ وسفید دھندے کرکے جو دولت اکٹھی کی جارہی ہے اوران کے لیے کوٹھیاں، بنگلے اور نئے ماڈل کی مہنگی ترین گاڑیاں خریدی جارہی ہیں وہ اولاد بھی حشر میں ساتھ نہ دے گی۔ لاڈلی بہنوں کے لیے جو دنیاوی آسائشیں مہیا ہورہی ہیں وہ بہنیں بھی روزِ محشر میں لاتعلق ہوجائیں گی وہاں تو فقط نیک اعمال کا سہارا ہوگا اور نیکیوں سے نجات۔

خدارا! ...... اب بھی ہوش میں آیئے اور اپنے رب کے حضور گناہوں کی معافی طلب کیجیے۔ دنیا کی اس چندروزہ زندگی کی بجائے آخرت کی زندگی کے لیے اہتمام وانتظام کیجیے۔ اے کاش کہ

چاندنی رات میں سونے والو
تم کو مدفن کا سماں یاد رہے

[بقیہ: افغان قوم کی آزادی]

''اللہ اکبر'' کی صدائیں چہار سو عالم میں امریکہ کی نرم قوت کا پیغام پہنچائیں گی جس سے امریکا کے مخالفین کے دلوں میں جاگزیں شکوک وشبہات اوروسوسے، محبت واخوت کے حسین جذبات میں بدل جائیں گے اوراس طرح امریکا دنیا کو امن پسندی کا عملی درس دے سکے گا۔

یہ مفروضہ بھی بے بنیاد ہے کہ اگر افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہوگئی تو وہ اپنے نظریات کو دیگر ممالک پر مسلط کرنا شروع کردیں گے جس سے عالمی امن کو شدید خطرات لاحق ہوجائیں گے۔ افغانی قوم درحقیقت گزشتہ تیس سالوں کی بدامنی سے تنگ آچکی ہے اور وہ قیامِ امن کے لیے مخلص ہے جو تمام ہمسایہ اور خطے کے دیگر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ علاقائی اور عالمی برتری کے رجحان کا خاتمہ صرف قیامِ امن کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ روس، امریکا اوراس کے اتحادیوں اور ہمسایہ ممالک کے ہاتھوں اٹھائے جانے والے مظالم کے باوجود افغانستان کی تعمیرِنو کے سلسلے میں ان تمام ممالک کا تعاون فراہم کرنا لازم ہے۔

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ افغان قوم افغانستان میں جاری نئے عظیم کھیل (New Great Game) میں شریک قوتیں جن میں پڑوسی ممالک اور خصوصاً خطے کے ممالک شامل ہیں، کی سازشی کارروائیوں کو ہرگز کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ افغان قوم بیسویں صدی میں ان سازشی کارروائیوں کا شکار بنی تھی اور اب وہ اپنے رسم ورواج اور تہذیب وتمدن کے مطابق، اسلامی نظریے پر قائم رہتے ہوئے امن وآشتی سے رہنا چاہتے ہیں اور یہی افغان قوم کا نظریہ حیات بھی ہے۔ افغانی اپنی سرحدوں کو وسعت دینے کے خواہاں نہیں ہیں لیکن وہ اپنے قومی وقار اور ملی غیرت کا ہر حال میں دفاع کرنا جانتے ہیں۔ قیامِ امن کی خاطر کیے جانے والے مذاکرات سے وہ خوفزدہ نہیں ہیں لیکن انہیں خوف یا دباؤ میں لاکر مذاکرات پرآمادہ نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ امریکہ کی طلسماتی شخصیت کے حامل صدر جان ایف کینڈی نے اپنے معروف افتتاحی خطاب میں کہا تھا: ''باربار دھوکہ اور فریب کھانے کے بعد کسی کو حقیقت اور سچائی کی تہہ تک پہنچنے سے نہیں روکا جاسکتا۔'' اس ضمن میں جارج اورل نے بجا کہا ہے کہ ''عالمی فریب اور دھوکہ کے دور میں سچ کہنا انقلابی قدم ہے۔'' یہی وہ راستہ ہے جس پر افغان قوم گامزن ہے۔ [بہ شکریہ ماہنامہ الحق۔ اگست ۲۰۱۰ء]

تعارف کتب حدیث

قسط ...... (۱)

صحیح مسلم شروحات وحواشی کا مختصر تعارف

کاشف رضا سلفی، مدرس جامعہ بحر العلوم السلفیہ سندھ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين.

شریعت اسلامیہ میں کلام الٰہی کے بعد فرامین نبوی ﷺ بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے اس عظیم ورثے کی حفاظت اپنے ذمہ لیتے ہوئے محدثین کرام کی بہت بڑی جماعت کا انتخاب کیا، حدیث رسول کی خدمت میں تمام محدثین کرام نے اپنی اپنی جگہ عظیم کارنامے انجام دیئے۔ لیکن اس پوری جماعت میں سے سب سے اعلیٰ وارفع مقام امام محمد بن اسمٰعیل البخاری اور امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہما اللہ کو عطا ہوا، اس مقام کو کوئی اور نہ پہنچ سکا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ان دونوں حضرات کے مجموعہ احادیث کو بارگاہِ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل ہونے کا نتیجہ تھا کہ بعد میں آنے والے بہت سارے علمائے کرام نے ان کے مجموعہ احادیث کی خدمت میں مختلف موضوعات پر تصانیف تحریر کرنے کو باعث خوش قسمتی سمجھا۔

ان لوگوں کی فہرست میں اپنا نام شامل کروانے کے لیے میں نے بھی اپنے قلم کو جنبش دی ہے اور صحیح مسلم پر لکھی جانے والی تقریباً ۱۳۰ کتب میں سے چند کتب کا مختصر تعارف پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ اس حقیر سی سعی کو قبولیت نوازے۔ (آمین)

المسند الصحیح لامام مسلم:

اس کتاب کے اسماء کے بارہ میں مختلف اقوال ملتے ہیں:

① ...... المسند الصحیح: یہ نام خود امام مسلم رحمہ اللہ کا منتخب کردہ ہے فرماتے ہیں:

صَنَّفْتُ هذا المسند الصحيح من ثلاثمائة الف حديث مسموعة. [تاريخ بغداد: ۱۳/۱۰۱]

② ...... المسند الصحيح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله ﷺ.

یہ نام ابن خیر الاشبیلی نے اپنی کتاب فہرست میں ذکر کیا ہے وہاں سے ابوغدہ نے ترجیحاً نقل کیا ہے۔ [روايات المدلسين، ص: ۳۵]

③ ...... المسند: اس نام کو امام نووی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ [مقدمه شرح النووی: ۱/ ۲٤]

④ ...... الجامع الصحيح: اس نام کو امام صنعانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ [توضيح الافكار: ۱/ ۵۵]

⑤ ...... صحيح مسلم: یہ نام امام زرکلی نے بیان کیا ہے۔ [الاعلام للزركلی: ۷/ ۲۲۱]

اس کتاب کے مصنف عظیم محدث امام مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاذ القشیری النیسابوری متوفی ۲۶۱ھ ہیں۔

صحیح مسلم کی خصوصیات:

امام مسلم رحمہ اللہ کی یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے جس کا اندازہ علمائے کرام کے درج ذیل اقوال پڑھنے سے بخوبی ہوگا۔

① ...... امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من حقق نظره فی صحیح مسلم واطلع علی ما أودعه فی أسانيده وترتيبه وحسن سياقه وبديع طريقته من نفائس التحقيق وجواهر التدقيق، متفرقها وانتشارها وكثرة اطلاعه

واتساع روايته وغير ذلك مما فيه من المحاسن والأعجوبات واللطائف الظاهرات والخفيات علم أنه امام لا يلحقه من بعد عصره قلّ من يساويه او يدانيه من اهل وقته ودهره .

''جو بھی اہل علم صحیح مسلم کی اسانید، حسن ترتیب وسیاق، انوکھے طریقے، عمدہ تحقیق، بکھرے ہوئے دقیق اور پیچیدہ نکات، اسانید پر کثرت اطلاع، وسعت روایت ان جیسی دیگر خوبیوں ظاہری اور باطنی علمی نکات پر غور وفکر کرتا ہے وہ جان لے گا کہ ان کے مقام کو نہ تو ان کے ہم عصر حاصل کر سکے نہ ہی بعد والے۔'' [مقدمه شرح النووی: ۲۱/۱، طبع دار الخير]

②......حافظ ابوعلی النیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ما تحت أديم السماء أصح من كتاب مسلم بن الحجاج فی علوم الحديث . [سير اعلام النبلاء: ۵٦٦/۱۲- تاريخ بغداد: ۱۰۱/۱۳]

''نیلے آسماں کے نیچے علوم الحدیث کے متعلق امام مسلم کی کتاب سے بڑھ کر کوئی نہیں۔''

③...... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام ابوعلی کے اس قول کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یعنی امام مسلم کی کتاب کو جو شہرت اور مقام حاصل ہوا وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوسکا جس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں نے درج ذیل خصائص کی بنا پر صحیح مسلم کو امام محمد بن اسمٰعیل کی کتاب صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے۔ مثلاً:

۱: امام صاحب تمام طرق اور سندیں ایک ہی جگہ جمع کر دیتے ہیں۔

۲: تحریر میں عمدہ ونفیس سیاق اپناتے ہیں۔

۳: ادائے الفاظ کی پابندی کرتے ہیں اور مکمل حدیث ذکر کرتے ہیں، تقطیع نہیں کرتے۔

۴: روایت بالمعنی بھی نہیں لاتے صرف مسموع الفاظ ذکر کرتے ہیں۔

[تهذيب التهذيب: ۱۲۷/۱۰]

④......امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولو لم يكن لمسلم بن الحجاج غير هذا الكتاب الصحيح لكفاه فضلا ونبلا عند اولى الالباب فلقد أبقى له هذا الكتاب ذكرا جميلا وثناء جزيلا . [غنية المحتاج، ص: ٦١]

''اگر صحیح مسلم کے علاوہ امام مسلم کی اور کوئی کتاب بھی نہ ہوتی تو بھی صحیح مسلم ہی امام صاحب کے فضائل ومناقب کے لیے عقل مندوں کے نزدیک کافی تھی۔ چناں چہ اس کتاب نے آپ کے لیے عمدہ تذکرہ اور بہترین تعریفات چھوڑی ہیں۔''

⑤......مسلمہ بن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أيصنع أحدٌ مثله ؟ [غنية المحتاج، ص: ۵۲ بحواله روايات المدلسين، ص: ٤٦]

''کیا اس کتاب کی مثل کوئی لکھ سکے گا؟''

اس کتاب کی تالیف میں ۱۵ سال کا عرصہ صرف ہوا ہے جیسا کہ امام مسلم کے شاگرد احمد بن سلمہ فرماتے ہیں۔

[سير اعلام النبلاء: ۵٦٦/۱۲]

امام مسلم رحمہ اللہ سے صحیح مسلم کو روایت کرنے والوں کے درج ذیل اسماء امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیے ہیں۔

۱: ابراہیم بن محمد بن سفیان ابواسحٰق النیسابوری

۲: ابومحمد بن علی القلانسی

۳: محمد بن عیسیٰ بن عمرو أبی احمد الجلودی النیسابوری

۴: ابوالحسن عبدالغافر بن عبدالغافر الفارسی

۵: محمد بن فضل ابوعبداللہ الفروی

٦: منصور بن عبدالمنعم بن عبداللہ بن محمد بن الفضل

[مقدمه شرح النووی: ۲۲/۱ طبع دارالخير]

ہمارے ہاں صحیح مسلم کے مشہور ومعروف دو طرق پہنچے ہیں۔

① ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ

② ابومحمد احمد بن علی القلانسی

پہلا نسخہ متصل سند سے امام مسلم سے مروی ہے جب کہ دوسرا غیر

متصل سند سے ہے۔

صحیح مسلم کا درسی نسخہ دو جلدوں میں مطبوع ہے اور سب مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔

صحیح مسلم کا تحقیقی نسخہ:

بازار میں صحیح مسلم کے پائے جانے والے معتبر اور معتمد نسخوں میں سے الشیخ محمد فواد عبدالباقی ﷾ کا نسخہ ہے جس میں محقق نے کچھ اس ترتیب سے کام کیا ہے۔

سابقہ نسخوں سے تقابل کر کے تصحیح کی ہے، روایات پر نمبرنگ/ ترقیم لگائی ہے، ترجمۃ الکتاب اور ابواب پر بھی نمبر لگایا ہے، بسا اوقات شرح نووی کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیقات بھی لگائی ہیں۔ یہ نسخہ پانچ جلدوں میں ہے جسے مکتبہ دارالفکر بیروت نے ۱۳۹۸ھ کو دوسری بار شائع کیا تھا۔

مقدمہ صحیح مسلم کی شروحات

كشف الملهم عما في مقدمة مسلم:

مقدمہ مسلم کی اس شرح کو لکھنے والے مولانا عبدالسلام بن یادعلی بستوی ؒ ہیں۔

شارح نے مشکل عبارات کی توضیح کے ساتھ ساتھ عبارات کا عام فہم لفظی ترجمہ بھی کیا ہے، لغوی شرح کے ساتھ ساتھ رواۃ کی تنقیح اور ضمائر کا مرجع بھی بیان کیا ہے۔

بعد ازاں کراچی کے معروف اہل حدیث عالم دین فضیلۃ الشیخ محمد افضل اثری ﷾ نے کچھ ضروری تعلیقات بھی لگائی ہیں۔ جسے مکتبۃ الامام بخاری منظور کالونی گجر چوک کراچی نے شائع کیا۔

مباحث كتاب الايمان مع تسهيل وتوضيح مقدمه صحيح مسلم:

اس رسالہ کے شارح مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ؒ ہیں۔ اس رسالہ میں شارح نے مقدمہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ کتاب الایمان میں اپنے آبائی مسلک (حنفیت) کے مطابق ایمان کی تعریف کرتے ہوئے قدریہ، جبریہ، مرجیہ، خوارج کی تردید کی ہے۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ کی تقسیم کے مطابق کتب احادیث کے طبقات ذکر کیے ہیں۔ شرح میں الفاظ کا ضبط، ترکیب، اصول حدیث کی اصطلاحات کی عام فہم وضاحت کی ہے اور آخر میں مدلس کی معنعن روایت پر اچھی گفتگو کی ہے۔ پہلا ایڈیشن ۱۴۱۵ھ میں اور دوسرا ۱۴۲۰ھ میں مکتبہ دروس القرآن گوجراں والا نے شائع کیا۔

نعمت المنعم شرح اردو مقدمه صحيح مسلم:

اس رسالہ کے شارح مولانا نعمت اللہ صاحب استاد الحدیث دارالعلوم دیوبند ہیں۔ لغوی بحث کے ساتھ ساتھ الفاظ کا ضبط، علمی نکات، مصطلح الحدیث پر مفصل بحث ہے۔ ۱۳۶ صفحات پر مشتمل اس شرح مقدمہ مسلم کو مکتبہ الاشرفیہ لاہور نے طبع کیا ہے۔

شرح مقدمه صحيح مسلم:

مقدمہ صحیح مسلم کی اس شرح کو لکھنے والے مفتی نظام الدین شامزی استاد الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی ہیں۔ شارح نے صحیح مسلم کے متعلق بحث، وجہ تسمیہ، غرض تصنیف، تعداد روایات وغیرہ پر بھی بحث کی ہے۔

اس رسالہ کا پہلا ایڈیشن ۱۴۰۴ھ کو شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ کراچی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔

مقدمه اكمال المعلم بفوائد مسلم:

اس کتاب کی تحقیق اور دراسہ دکتور الحسن بن محمد شواط نے کیا ہے۔ یہ کتاب ایک جلد میں مطبوع ہے جس کا پہلا ایڈیشن ۱۴۱۴ھ کو دار ابن عفان للنشر والتوزيع المملكة العربيه السعوديه کی طرف سے شائع ہوا۔

کتاب صحیح مسلم کی شروحات

المعلم بفوائد مسلم:

صحیح مسلم پر لکھی جانے والی شروحات میں یہ کتاب سب سے پہلی شرح ہے، جس کے شارح ابوعبداللہ محمد بن علی بن عمر المازری متوفی ۵۳۶ھ ہیں۔ اس شرح کے مکمل ہونے سے پہلے ہی علامہ مازری ؒ کا انتقال ہوگیا، ان کے بعد اس منہج کو اختیار کرتے ہوئے قاضی عیاضؒ

نے اکمال المعلم بفوائد مسلم کے نام سے تکملہ تحریر کیا۔
اس شرح المعلم بفوائد مسلم کی تحقیق اور تقدیم کا کام الشیخ محمد الشاذلی نے کیا ہے۔
اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں جب کہ دوسرا ۱۹۹۲ء کو دار الاسلامی بیروت نے شائع کیا۔

المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم:

اس شرح کو تحریر کرنے والے حافظ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی رحمہ اللہ متوفی ۶۵۶ ھ ہیں۔امام صاحب نے پہلے خود ہی صحیح مسلم کی تلخیص کی، بعد میں اس تلخیص کو مدنظر رکھ کر شرح کی، جو کہ سات جلدوں میں ہے۔ یہ شرح لکھنے کے لیے امام قرطبی رحمہ اللہ نے المعلم اور اکمال المعلم سے رہنمائی لی ہے۔
اس شرح کا جدید ایڈیشن ۱۴۲۰ھ کو دار ابن کثیر دمشق کی طرف سے شائع ہوا۔

المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج:

اس شرح کے مؤلف معروف اہل علم علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین رحمہ اللہ متوفی ۶۷۶ ھ ہیں۔شروحات مسلم میں سب سے اعلیٰ اور ارفع مقام اس شرح کو حاصل ہے،اس شرح میں اصول دین، آداب، زہد وتقویٰ، الفاظ کے لغوی معنی مشکل الفاظ کا ضبط، اسماء الرجال پر علمی بحث،مبہم اسماء وکنٰی کی وضاحت، مسائل کا استنباط وغیرہ اچھے موضوع سخن ہیں۔
اس شرح کے مختلف اوقات میں حسب ضرورت اچھی سے اچھی طبعات شائع ہوچکی ہیں۔

اكمال اكمال المعلم:

اس شرح کے مؤلف امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابوشتانی الابی متوفی ۸۲۷ھ رحمہ اللہ ہیں۔اس شرح میں امام صاحب نے متقدمین شارحین امام مازری،قرطبی، قاضی عیاض، اور نووی رحمہم اللہ اجمعین کی شروحات سے استفادہ کیا ہے۔جس میں مجتہد کے لیے تقلید کی حرمت، استدلال کے لیے عرب شعراء کے اشعار، باطل فرق کی تردید وغیرہ کو بیان کیا ہے۔
اس شرح اکمال اکمال المعلم کو مکمل اکمال الاکمال کے ساتھ ایک ہی نسخہ میں مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت نے شائع کیا ہے۔

مكمل اكمال الاكمال:

اس شرح کے مؤلف امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف السنوسی متوفی ۸۹۵ھ رحمہ اللہ ہیں۔
امام صاحب نے اس شرح میں اسماء کا ضبط، الفاظ کا لغوی معنی، ظاہری متعارض روایات میں تطبیق، اور موقع محل کے اعتبار سے احادیث کے ٹکڑے بیان کرتے ہیں۔ فقہاء کے اقوال ذکر کرتے ہوئے اپنا موقف بیان کرنے کے لیے قلت کہتے ہیں۔
مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت نے اس کتاب کو اکمال الاکمال کے ساتھ ایک ہی نسخہ میں طبع کیا ہے۔

السراج الوهاج من كشف مطالب صحيح مسلم بن الحجاج:

علامہ نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ رحمہ اللہ نے اپنی شرح کو لکھنے کے لیے علامہ مازری کی تلخیص صحیح مسلم کا انتخاب کیا، جس میں امام نووی کی تبویب سے ہٹ کر ابواب قائم کرتے ہیں۔ رجال الاسناد پر بحث کے ساتھ ساتھ باطل فرق کا رد کرتے ہیں اور بطور استدلال عرب شعراء کے اشعار کو پیش کرتے ہیں۔

الديباج علي صحيح مسلم بن الحجاج:

حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی متوفی ۹۱۱ھ رحمہ اللہ نے اپنی اس شرح میں الفاظ کا ضبط، غریب الحدیث الفاظ کی وضاحت، روایات میں تطبیق، مشکل عبارت کی ترکیب کو بیان کیا ہے۔
یہ شرح دو جلدوں میں ہے جسے ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی نے ۱۴۱۲ھ کو شائع کیا۔

فتح الملهم:

اس شرح کے شارح مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ ہیں اس شرح کی تصنیف آزادی پاکستان سے قبل ہی معرض وجود میں آچکی تھی۔ لیکن افسوس کہ مکمل ہونے سے پہلے ہی عثمانی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ یہ شرح مقدمہ سے کتاب الرضاع تک تین جلدوں میں ہے اس شرح کا تکملہ تقریباً پانچ جلدوں میں ہونا تھا۔
اس شرح میں رواۃ کے تراجم کے لیے معتمد کتب الکاشف، تہذیب

التہذیب،التقریب وغیرہ سے معاونت لیتے ہیں۔

فتح الملہم کے کئی طبعات شائع ہوچکی ہیں۔ پاکستان میں پہلی طبع مکتبۃ الحجاز کراچی نے شایع کی تھی۔

تکملہ فتح الملهم:

یہ شرح ماقبل شرح فتح الملہم کا تکملہ ہے جسے مولانا شبیر عثمانی کی وفات کے بعد مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ﷾ دیوبندی نے اپنے والد محترم کی خواہش پر کیا جو کہ کتاب الرضاع سے آخر تک ہے۔ مولانا تقی عثمانی باوجود حنفی ہونے کے بالتکلف مسلک حنفیت کو ترجیح دینے کی سعی نہیں کرتے جیسا کہ ان کے والد محترم کی نصیحت بھی تھی۔ اس شرح کا آغاز ۱۴۰۳ھ کو ہوا، تقریباً چار طبعات شائع ہوچکی ہیں۔ چوتھی طبع ۱۹۹۴ء کو مکتبہ دارالعلوم کراچی نے شائع کی۔

فتح المنعم شرح صحيح مسلم:

اس شرح کے مصنف جامعۃ الازہر مصر کے مایہ ناز استاد ڈاکٹر موسیٰ شاہین لاشین ہیں بڑی عمدہ شرح اور دور حاضر کے مطابق اکثر احادیث کی شرح کی ہے اور تمام قدیم وجدید شبہات کا ردّ علمی انداز میں کیا ہے۔

یہ شرح مصر میں ۱۲ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

منة المنعم فی شرح صحيح مسلم:

اس شرح کے مصنف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری ﷫ ہیں۔ مولاناؒ نے اس کے مقدمہ میں ان امور کی وضاحت کردی ہے جو دوران شرح ان کے مدنظر تھے، ان امور کو اختصار کے ساتھ ہم یہاں درج کرتے ہیں:

اختصار وجامعیت، حدیث میں بیان ہونے والے فقہی ودیگر مسائل کا تذکرہ، اختلافی مسائل میں احادیث کی رُو سے صحیح مسائل کی ترجیح، باطل عقائد کا ردّ، غزوات وواقعات کے اوقات وایام کی تعیین، اہم مقامات کی وضاحت جدید جغرافیائی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے، مشکل الفاظ کی وضاحت، اعراب کی تعیین اور اس سے متعلقہ صرفی ونحوی بحث، سند میں مذکور شخصیات کا ضروری تعارف، اور سب سے اہم بات یہ کہ امام نووی کے ذکر کردہ ابواب وکتب اور ان کو متعلقہ جگہ لکھنے پر جو اعتراضات واشکالات پیدا ہوتے ہیں ان سب کی ترتیب نو اور بعض مقامات پر ابواب میں اختصار جیسے کاموں کو ملحوظ رکھا ہے۔

یہ کتاب مکتبہ دارالسلام کی طرف سے ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء کو طبع ہوئی۔

حواشی

منهجية فقه الحديث عند القاضي عياض:

اس حاشیہ کا مکمل نام منہجیۃ فقہ الحدیث عند القاضی عیاض فی اکمال المعلم بفوائد مسلم ہے، اور محشی دکتور حسین بن محمد شواط ہیں۔ دکتور صاحب نے قاضی عیاض کی شرح اکمال المعلم کا انتخاب کرکے اس پر حاشیہ لکھا ہے اور M.A کے مقالہ میں پیش کیا۔

چوں کہ قاضی صاحب نے اکمال المعلم میں فقہی منہج کو منتخب کیا تھا اس لیے دکتور صاحب نے دورِ حاضر کی ضرورت کے مطابق اس شرح کو پیش کرنے کی سعی کی ہے، اور قاضی صاحب کے منہج واسلوب سے جدید علمی نکات سے لوگوں کو مستفید کیا ہے۔

اس حاشیہ کو مکتبہ دار ابن عفان للنشر والتوزیع المملكة العربیہ السعودیہ نے ۱۴۱۴ھ کو طبع کرکے شائع کیا۔

صحيح مسلم مشكول:

اس حاشیہ کے ٹائٹل پر صحیح مسلم مشکول درج ہے اس کا نہ تو مقدمہ ہے نہ ہی مصنف کا نام، البتہ ابتداء میں یطلب من مکتبۃ ومطبعۃ محمد علی صبیح واولادہ بمیدان الازہر درج ہے۔ حاشیہ لگاتے وقت محشی نے مشکل الفاظ کے معانی اور لغوی حل کو پیش کیا ہے، حاشیہ میں امام نووی، قاضی عیاض اور دیگر معروف ائمہ کے اقوال کو پیش کیا ہے اکثر وبیشتر امام زیلعی کی کتاب یا ملا علی قاری کی المرقاۃ سے نقل کرتے ہیں۔

حاشيه سندهي علي صحيح مسلم:

علامہ ابوالحسن بن عبدالہادی متوفی ۱۱۳۶ھ کا یہ حاشیہ، حاشیہ سندھی کے نام سے مشہور ہے۔ حاشیہ میں ابواب اور مشکل ابواب کی وضاحت فارسی زبان میں ہے۔ محشی نے الفاظ کا ضبط بیان کیا ہے۔ بعض اوقات صحیح مسلم پر نقد کرنے والوں کا جواب بھی تحریر کرتے ہیں۔

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی کی طرف سے ۱۹۵۶ھ میں دوسری بار شائع ہوا۔ [جاری ہے]

مــکاتیب

بنام مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

..................(۱)..................

آشیانۂ خالد قدیرآباد ملتان

مولانا المحترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت وعافیت مزاج شریف!

امید کہ آپ بہہ وجوہ بخیریت ہوں گے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اسلامی جمعیت طلبہ بہاول پور کی تربیت گاہ کے موقع پر آپ کے قریب رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔ مگر بدقسمتی سے اس کے بعد نہ تو ملاقات ہوسکی اور نہ ہی خط وکتابت۔ عرصہ سے یہ خیال تھا کہ آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کروں۔ آج ابتداء کرر ہا ہوں توقع ہے کہ آپ مشورۂ ہدایات سے نوازتے رہیں گے۔ یکم نومبر کو میں دفتر جماعت اسلامی بہاول پور سے فراغت حاصل کر کے ملتان آ گیا تھا۔ آخر نومبر میں مقامی جمعیت اہل حدیث کے اصرار پر مدرسہ دارالحدیث محمدیہ میں ناظم مدرسہ کی حیثیت سے چارج لے لیا ہے۔ مگر اطمینان مفقود ہے۔ یہاں بھی صورتِ حال وہی ہے جو جامعہ سلفیہ کی لائل پور میں آپ مشاہدہ کررہے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ شیطان کو پوری قوت کے ساتھ ان دینی جماعتوں کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا ہے۔ خدا تعالیٰ رحم کرے ممکن ہو تو اپنی خیریت وکوائف سے مطلع فرمائیں۔ کوشش کروں گا کہ کسی وقت آپ کی خدمت میں حاضری دوں۔ احباب ورفقاء کی خدمت میں ہدیہ سلام وخلوص۔ بچوں کو پیار۔

والسلام

میرا پتہ: عبدالمالک ''خالد علوی، آشیانۂ خالد عقب جامعہ اہل حدیث''

قدیرآباد۔ ملتان شہر

ناچیز خالد علوی

۳۱۔۱۲۔۵۷

..................(۲)..................

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت اقدس جامع الفضائل والمکارم جناب مولانا عبدالغفار حسن صاحب ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته، مزاجِ گرامی!

گزارش یہ ہے کہ عرصہ سے آپ کے کوائف حسنہ سے آگاہی نہیں ہوئی امید ہے کہ عریضہ ہذا کے پہنچنے کے بعد مطلع فرمائیں گے۔

ماہنامہ الاسلام کے کچھ پرچے ہدیہ خدمت ہیں۔ ان شاءاللہ آئندہ برابر ہر مہینہ میں اعزازی طور پر پہنچتا رہے گا۔ براہ کرم اپنے پیشہ سے مطلع فرمایئے اور قیمتی مضامین سے نوازتے رہیے۔

فقط والسلام

عبدالسلام بستوی

۱۱۔۹۔۵۸

..................(۳)..................

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آہ! مولانا ابوالقاسم صاحب سیف

مکرمی جناب مولانا عبدالغفار صاحب زیدمجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بڑے رنج وملال اور حسرت وافسوس کے ساتھ یہ غمناک اطلاع دی جارہی ہے کہ ۲۵ نومبر یوم جمعہ ۱۲ بجے دن کو مولوی ابوالقاسم صاحب رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا کیجیے کہ اللہ پاک مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہم لوگوں کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین۔ اُمید ہے کہ دعائے مغفرت کریں گے اور نماز جنازہ ادا کریں گے صرف دو گھنٹہ بیمار تھے فالج کا حملہ دماغ پر ہوگیا۔

والسلام

غمزدہ قاری احمد سعید بنارسی

۲۶ نومبر ۴۹ء

بقلم ابوالخیر فاروقی

..................(۴)..................

۱۳ جولائی ۶۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ہم انتہائی افسوس اور صدمہ کے ساتھ جناب کو یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ مؤرخہ ۱۲ جولائی ۶۴ء بروز یکشنبہ جناب قاری احمد سعید بنارسی مدرس جامعہ رحمانیہ بنارس بوقت ۳ ۳/۴ بجے دن انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف پر عین اس حالت میں کہ آپ اپنے عزیز شاگردوں کو کلام پاک پڑھا رہے تھے، دل کا دورہ پڑا جس سے آپ سنبھل نہ سکے اور آدھے گھنٹہ میں اپنی جان جانِ آفریں کو سونپ دی۔

آپ کو موصوف کی دینی اور جماعتی خدمات کا علم ہے۔ آپ سے مودبانہ التماس ہے کہ مرحوم کے لیے جنازۂ غائبانہ ادا فرمائیں اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔

والسلام

عبدالوحید

ناظم اعلیٰ، انجمن جامعہ رحمانیہ

مدنپورہ، بنارس

افغان قوم کی آزادی قریب تر ہے

جنرل مرزا اسلم بیگ (سابق چیف آف آرمی سٹاف، پاکستان)

اپنی آزادی وخود مختاری کا تحفظ افغان قوم کی فطرت میں شامل ہے جسے گزشتہ تیس سالوں میں بیرونی جارح قوتوں نے ''دہشت گردی'' کا نام دے کر اس کے تشخص کو بری طرح مجروح کیا ہے۔ اسی منفی سوچ کے تحت، ستر (۷۰) کے عشرے میں روسی افغانستان میں داخل ہوئے اور انہوں نے معاشی مساوات کا وعدہ کیا۔ لیکن دھوکا دے کر افغانستان پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ افغانوں کے ساتھ یہ پہلا دھوکا تھا۔

امریکا اور پاکستان نے مشترکہ طور پر افغانستان کو روسی جارحیت سے نجات دلانے کی کارروائی کا آغاز کیا۔ لیکن جب روسی پسپا ہوگئے تو افغانستان میں خانہ جنگی کی صورت حال پیدا کی گئی اور افغانوں سے منہ موڑ لیا۔ یہ افغانوں کے ساتھ دوسرا دھوکا تھا۔

ان نامساعد حالات کے باوجود طالبان نے اپنی مزاحمت جاری رکھی اور وہ افغانستان کے نوے فیصد علاقے پر کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن اس وقت امریکا اور اس کے اتحادیوں نے (جن میں پاکستان بھی شامل تھا) ۹/۱۱ کا بدلہ لینے کے لیے افغانستان پر حملہ کردیا حالاں کہ اس سانحے میں ایک بھی افغانی ملوث نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود افغانوں کو اس ناکردہ جرم کی پاداش میں ظالمانہ سزا دی گئی۔ یہ افغانیوں کے ساتھ تیسرا بڑا دھوکا تھا۔

افغانستان پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد ۲۰۰۲ء میں بون کانفرنس میں امریکا اور اس کے اتحادیوں نے حکومت سازی کے عمل میں پختون اکثریت کو ان کے جائز حق سے محروم رکھ کر ان کے ساتھ چوتھی مرتبہ دھوکا کیا۔ متعدد بار دھوکا کھانے اور ماضی کے تلخ تجربات کی روشنی میں افغان قوم اب آزادی کے نام پر کوئی اور دھوکا کھانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ لیکن اب بھی جارح قوتیں اپنی مکروہ چالیں چل رہی ہیں اور افغانیوں کو ایک بار پھر دھوکا دینے کا عمل شروع ہے۔ لہٰذا اس نئی سازش کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ فاتح قوت ہی قیام امن کے خدوخال متعین کرتی ہے لیکن افغانستان کے معاملے میں اس حقیقت سے اغماض برتتے ہوئے شکست خوردہ قوتیں، یعنی امریکا اور اس کے اتحادی اپنی مرضی کا کام کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ مالدیپ منصوبے کا اعلامیہ واشنگٹن سے جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ انہیں ''ایسا افغانستان قابل قبول ہے جو طالبان سے پاک ہو۔''

واضح رہے اس اعلامیہ میں پاکستان کی رضامندی بھی شامل تھی۔ اس طرح افغانستان میں مزید تیس ہزار فوجی بھیجنے کی منظوری بھی دی گئی تاکہ ''قیام امن کے لیے گفت وشنید کے وقت امریکا کی پوزیشن مضبوط ہو'' لیکن طالبان نے قابض فوجیوں میں اضافے پر ردّعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں بھاری جانی نقصان پہنچایا جس سے دشمن کا ''طاقتور پوزیشن پر آنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔'' اس شرمندگی اور ہزیمت کو چھپانے کے لیے امریکا نے سارا الزام پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی (ISI) اور پاکستان کے اندر قبائلی علاقوں میں حقانی گروپ کی محفوظ پناہ گاہوں پر ڈال دیا۔

ہیلری کلنٹن نے دورۂ پاکستان کے موقع پر پاکستان کے خلاف چارج شیٹ پیش کی جس کی جنرل مولن نے بھی تائید کی۔ برطانیہ کے نئے وزیراعظم کیمرون نے ٹونی بلیئر کا حقیقی جانشین ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے یہاں تک مطالبہ کردیا کہ ان محفوظ پناہ گاہوں کو بمباری کرکے نیست ونابود کردیا جائے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہزیمت اور شرمندگی کے عالم میں حکمت ودانش بھی کام نہیں آتے جس کا اظہار جنرل پیٹریاس کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ

''میں یہاں اس لیے نہیں آیا کہ فوجوں کے پرامن انخلاء کو ممکن بناؤں، جب کہ افغان عسکریت پسند ہمیں شکست دینے کے لیے مسلسل جنگ لڑرہے ہیں۔'' جنرل پیٹریاس بے شک دلیرانہ بیان جاری کرتے

رہے لیکن امریکا اور اس کے اتحادیوں پر اب یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ وہ طاقت کے زور پر کبھی بھی فتح مند نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا انہوں نے حامد کرزئی کو یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ طالبان کے ساتھ قیام امن کے سلسلے میں بات چیت کریں۔...... حامد کرزئی نے ابھی تک اس معاملے میں سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ کابل میں منعقد ہونے والی گزشتہ کانفرنس، جس میں ستر سے زائد ممالک نے شرکت کی تھی، ان کے سامنے کرزئی نے طالبان کی دو شرائط تسلیم کرالی ہیں جن میں ''۲۰۱۱ء کے وسط تک قابض فوجوں کا افغانستان سے نکل جانا اور دوسرا یہ کہ طالبان راہنما جنہیں دہشت گرد قرار دیا جاچکا ہے ان پر سے یہ الزام ہٹایا جائے اور تمام طالبان قیدیوں کو رہا کیا جائے'' شامل ہیں۔

طالبان کی دیگر دو شرائط میں جنگ بندی (Cease-fire) کا اعلان اور افغانستان میں مستقبل کی کثیر الجہتی قومی حکومت کے قیام کے لیے لوئی جرگہ بلانے کا مطالبہ شامل ہے۔...... ان بدلتے ہوئے حالات نے روس اور بھارت کے لیے نئی تشویش پیدا کردی ہے اور وہ افغانستان میں اپنا کھیل ختم ہوتا دیکھ کر ایران، تاجکستان اور ازبکستان کے ساتھ مل کر ایک نیا اتحاد بنانے کی کوشش کررہے ہیں جو افغانستان کے شمالی اتحاد کو تھپکی دے گا کہ وہ آگے بڑھے۔

یاد رہے اسی طرح کی تھپکی بھارت اور روس نے شمالی اتحاد کے سربراہ احمد شاہ مسعود کو ۱۹۹۲ء میں بھی دی تھی اور کابل میں ان کی حکومت بنائی تھی۔ لیکن اب زمینی حقائق بہت مختلف ہیں۔ اب شمالی اتحاد امریکی یا روسی ٹینکوں پر سوار ہوکر کابل اور قندھار میں فتح مندوں کی صورت داخل نہیں ہوسکے گا۔ کیوں کہ دونوں سپر طاقتیں افغانی جہادیوں کے ہاتھوں شکست کھا چکی ہیں۔ آج طالبان بھی پہلے والے طالبان کی نسبت بالکل مختلف ہیں۔ کیوں کہ انہیں سخت ترین لڑائی کا تیس سالہ تجربہ حاصل ہے اور وہ ملا عمر کی قیادت میں متحد ہیں۔ ان کے لڑاکا دستوں کی اکثریت کا تعلق نوجوان نسل سے ہے جو گزشتہ تیس برسوں میں جنگ کے سائے میں پیدا ہوئے اور آگ برساتی توپوں کی گھن گرج میں پل کر جوان ہوئے ہیں۔

یہ نوجوان اپنی ملکی آزادی وخود مختاری کے لیے قابض فوجوں کے ساتھ سوائے جہاد کے اور کچھ نہیں جانتے اور یہی افغان قوم کا ناقابل شکست جذبہ حریت ہے جسے شکست دینا ممکن نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کا ایمان ہے کہ یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک افغانستان قابض فوجوں کے تسلط سے آزاد نہیں ہوجاتا۔ یہی وہ قوت ہے کہ جس نے دنیا کی دو سپر طاقتوں کو تیس سال کے قلیل عرصے میں شکست سے دو چار کرکے کامیاب عسکری حکمت عملی (Asymmetric War) کا ایک نیا باب رقم کیا ہے جسے ہم اس صدی کا ایک معجزہ کہہ سکتے ہیں۔

وہ عناصر جو صدر حامد کرزئی کے امریکا کی رضامندی سے تیار کیے جانے والے اس امن منصوبے کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں دلیل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''امریکا کو افغانستان سے فوجیں نہیں نکالنی چاہئیں بلکہ تذویراتی فوائد اور عالمی برتری کے خواب کو یقینی بنانے کے لیے ایشیاء کے تینوں خطوں کے سنگم پر واقع افغانستان پر اپنا قبضہ برقرار رکھنا چاہیے۔ اس حکمت عملی میں پاکستان اور بھارت کی باہمی مخاصمت رکاوٹ ڈالتی ہے جس کا سبب پاکستان اور چین کے مابین سٹریٹجک پارٹنرشپ (Strategic Partnership) کا معاہدہ ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ جس نے موجودہ حالات کو ایک طویل جنگ کی شکل دے دی ہے۔''

یہ حقائق سے چشم پوشی اور ایک ناقص سوچ ہے جو کم ظرفی پر مبنی ہے، جسے بدلنے کی ضرورت ہے کیوں کہ دنیا ابھی تک افغانوں کے نئے جنگی طور طریقوں کے خلاف موثر کارروائی کرنے کی صلاحیت حاصل نہیں کرسکی ہے جو غیر منظم جنگ کے ماہر ہیں اور جدید ترین اسلحہ اور ساز وسامان سے لیس دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کو مسلسل شکست دے چکے ہیں۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پشتون آبادی کے افغان سوسائٹی میں دوبارہ شمولیت سے افغانستان میں بڑی واضح تبدیلی آئے گی اور یہ صورت حال امریکہ کے لیے ایک صحیح عمل ہوگا۔ اس سے عالمی منظر نامہ بدل جائے گا جہاں امریکہ کی نرم قوت (Soft Power) مخالف نظریے سے ہم آہنگ ہوگی۔ صدر اوبامہ اگر ''گراؤنڈ زیرو'' پر اسلامی ثقافتی سنٹر قائم کرنے کے وعدے کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو یہاں سے بلند ہونے والی (باقی صفحہ ۲۰ پر)

غازی نذیر احمد بن مولوی محمد شہید پاکستان

از محمد بشیر انصاری (مدیر ہفت روزہ اہل حدیث لاہور)

اللہ تعالیٰ نے جب سے انسان کو پیدا کیا ہے موت وحیات کا سلسلہ جاری ہے۔ آج وہ کل ہماری باری ہے۔

اسی قانون کے تحت میرے بھائی نذیر احمد بن مولانا محمد شہید پاکستان ۲۶ راگست ۲۰۱۰ء بمطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ کو ہمیں سوگوار چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بھائی مرحوم نے بڑی ہنگامہ خیز زندگی گزاری۔ میں تمام لواحقین سے درخواست کرتا ہوں کہ بھائی مرحوم کی انسانی لغزشوں کو معاف فرما دیں تا کہ ربّ غفور کے دربار میں ان پر رحمت فرمائی جائے۔

مرحوم میرے برادر اور ہمسایہ بھی تھے۔ میں نے ان کو بے ضرر اور ہمدرد پایا۔ عمر تقریباً ۷۲ سال تھی۔ قیام پاکستان کے وقت ہمارے گاؤں چوہلہ کلاں والاضلع امرتسر میں سکھوں نے جو مسلمانوں پر مظالم ڈھائے یہ اُن مظالم کے چشم دید گواہ تھے۔

ہمارے والد جو کہ ایک جید عالم دین تھے۔ ان کو اور دادا جی امیر محمد کو سکھوں نے بے دردی سے شہید کر دیا تھا۔ ہمارے چچا، تایا اور دونوں کے بیٹوں کو بھی شہید کر دیا۔

مولانا محمد مدرسہ غزنویہ امرتسر کے فارغ التحصیل تھے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام شہداء کو اپنے خاص فضل وکرم سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

مرحوم بھائی نذیر احمد بڑے صلح جو اور مسلک اہل حدیث کے سچے اور مخلص خادم تھے۔ اُن کی جدائی سے ہر سوگوار کی آنکھ نم اور دل غمگین ہے۔

خدارا!......

تمام مسلمان اس بات کا احساس کریں اور اتفاق سے رہیں۔ یہ بہن بھائی کا رشتہ انتہائی انمول رشتہ ہے وہ لوگ بڑے نادان ہیں جو خونی رشتوں کی قدر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے رشتوں کو کوئی ختم نہیں کر سکتا۔

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ ہمارے رضاعی ماموں تھے۔ اللہ تعالیٰ جملہ اکابرین کی مغفرت فرمائے۔

بھائی نذیر احمد صرف دو دن بیمار ہوئے اور ڈاکٹروں کی لاپرواہی سے جلد موت کے منہ میں چلے گئے۔

اُن کو الراعی ہسپتال جناح روڈ داخل کروایا گیا۔ حالاں کہ ایمرجنسی میں تھے مگر ڈاکٹر صاحب نے توجہ نہیں دی اس کے بعد سول ہسپتال لے جایا گیا۔ وہاں بے پرواہی کا راج تھا۔ ہسپتال میں دوائی نہ آکسیجن حتی کہ ڈاکٹر بھی عدم موجود۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کے بہن بھائی اور جملہ لواحقین اور متعلقہ افراد کو صبر کا دامن تھامنے کی توفیق دے، آمین۔

نماز جنازہ اُسی رات مولانا فاروق احمد راشدی صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ نے پڑھائی اور کثیر تعداد میں احباب نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ بہت سارے حضرات تعزیت کے لیے گھر تشریف لائے میں اُن سب کا انتہائی مشکور ہوں۔

مولانا حافظ احمد شاکر صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ سلام۔

محمد بشیر انصاری، مدیر ہفت روزہ اہل حدیث لاہور



سیلاب سے جام پور کی تباہی اور احباب کی ذمہ داری

فوری تعاون کی اپیل

جام پور شہر حالیہ شدید اور ہولناک سیلاب سے بری طرح متاثر ہوا ہے۔ مؤرخہ ۴ / اگست کو دریائے سندھ کا بڑا اور خوفناک سیلابی ریلا تمام حفاظتی حصار توڑتا ہوا شہر میں داخل ہوا اور چند گھنٹوں میں شہر کا ۷۵ فیصد حصہ تباہ ہو گیا۔ لوگ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی جانیں بچانے کے لیے فوری طور پر شہر خالی کرنے پر مجبور ہوئے۔ اُن کے مکانات، دکانیں اور زندگی کے تمام اثاثے ڈوب گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

متاثرین سیلاب کی مدد: مرکزی جمعیۃ اہل حدیث جام پور نے سیلاب آتے ہی ریلیف کا کام شروع کر دیا۔ سینکڑوں لوگوں نے مرکز اہل حدیث میں پناہ لی۔ جن کے کھانے پینے اور طبی سہولیات کا انتظام کیا گیا۔ لوگوں کو کھانا، راشن اور نقدی کے ذریعے مدد کی گئی اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔ جام پور میں یہ واحد جماعت ہے جس کی طرف سے متاثرین سیلاب کی مدد کی جا رہی ہے۔

فوری تعاون کی ضرورت:

موسم سرما شروع ہو چکا ہے۔ ہزاروں لوگ بے سروسامانی کے عالم میں کھلے آسمان تلے پڑے ہیں اُن کے لیے مندرجہ ذیل اشیاء کی فوری صرورت ہے:

① ......مکانات کی تعمیر کے لیے نقد رقم کی ضرورت۔ ② ......کمبل، رضائیاں، خیمے اور گرم کپڑوں کی ضرورت۔

تمام مخیّر حضرات مذکورہ تعاون ہمیں بھجوائیں ہم پوری ذمہ داری سے متاثرین سیلاب تک آپ کا تعاون پہنچا دیں گے، ان شاءاللہ

بذریعہ بینک: اکاؤنٹ نمبر 03-1107-00166008 حبیب بینک جام پور، بنام ادارہ تبلیغ اسلام اہل حدیث

بذریعہ بینک: اکاؤنٹ نمبر 9-1142-0201000493 مسلم کمرشل بینک جام پور، بنام جمعیۃ اہل حدیث

بذریعہ منی آرڈر: محمد یٰسین راہی

مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور پنجاب پاکستان۔ فون: 0333-8556473

دوسرا رخ (۵)

شاہیں آخر عرض گزارے اُٹھو اور جہاد کرو
رشوت، عریانی، مہنگائی، ڈاکے کو برباد کرو
پاکستان کے ہر دشمن اور بدخواہ کو ناشاد کرو
اِتحاد، یقینِ محکم، بات کرو ایمان کی
جس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟



کاش یہاں کی ماں بیٹی بازاروں سے شرما جائے
کھیل تماشے، فیشن، چاٹ اور پکنک سے کترا جائے
اور خوشی سے چادر چار دیواری کو اپنا جائے
شرم وحیا کا گہنا پہنے ہو پتلی ایمان کی
جس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟



کاش یہاں کا ہر شعبہ اپنا جائے قرآن کو
پاک نبیؐ کی سیرت کو اور اللہ کے فرمان کو
تقویٰ اور توحید، تقدس، صدق، صفا ایمان کو
کاش یہاں جلوہ فرما ہوں روشنیاں فاران کی
جس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟

[پروفیسر عبداللہ شاہین]